لیک فیدر

مظہر کلیم
ایم اے

عمران سیریز

جملہ حقوق بحق ناشران محفوظ

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچوئشنز قطعی فرضی ہیں کسی قسم کی جزوی یا کُلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ------ اشرف قریشی
---------- یوسف قریشی
پرنٹر ------ محمد یونس
طابع ------ ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ------ -/15 روپے

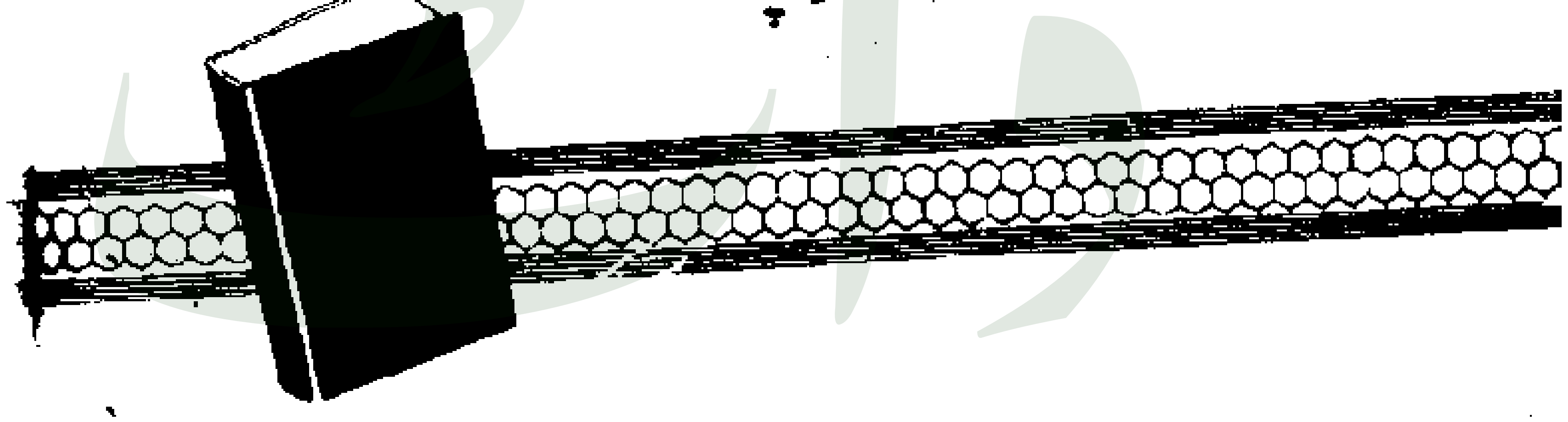

چند باتیں

معزز قارئین! صفحہ قرطاس پر بعض اوقات ایسی ایسی کہانیاں ابھر آتی ہیں جو ایک یادگار اور لافانی نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔ بلیک فیدر بھی ایسی ہی کہانی ہے۔ جو صفحہ قرطاس پر کبھی کبھار ہی نمودار ہوتی ہے۔ جاسوسی ادب میں بے شمار اچھوتی کہانیاں آپ کی نظروں سے گزری ہوں گی۔ لیکن انوکھی اور منفرد کہانی کے ساتھ ساتھ سسپنس اور ایکشن کا خوبصورت اور اچھوتا تناسب خال خال ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ بلیک فیدر میں یہ سب خوبیاں یکجا ہو گئی ہیں۔ اس ناول کی منفرد کہانی اور رگِ جاں کو چھیڑنے والے سسپنس کے ساتھ ساتھ پلکیں جھپکنے پر مجبور کر دینے والا ایکشن کچھ اس طرح سامنے آتا ہے کہ ناول ختم ہو جانے کے باوجود اس کے نقوش ذہن کے دریچوں میں تاک جھانک میں مصروف رہتے ہیں۔

یہ ایک ایسی کہانی ہے۔ جسے میں نے بھی لکھنے کے بعد کئی بار پڑھا ہے اور ہر بار ایک نیا لطف محسوس ہوا ہے۔ اور یقیناً آپ بھی اسے ایک بار پڑھنے کے بعد کئی بار پڑھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اگر یقین نہ آئے تو آزما لیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

عمران آجکل فارغ تھا۔ اور محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً مکھیاں مار رہا تھا۔ کوئی کام نہیں تھا۔ جرائم کے محاذ پر مکمل خاموشی تھی یہ اور بات ہے کہ قتل غنڈہ گردی اور سمگلنگ جیسے جرائم تو بدستور جاری تھے مگر عمران کے مطلب کے جرم کا کہیں دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ چنانچہ عمران تمام دن آوارہ گردی کرتا رہتا۔ اس کی ٹیم کے ممبر بھی چھٹیاں منا رہے تھے۔ تنویر آجکل جولیا کے فلیٹ پر زیادہ پایا جاتا تھا اور جولیا اس کے عشق بھگارنے کی عادت سے بیحد نالاں ہو چکی تھی مگر تنویر ڈھیٹ بنا ہوا تھا۔ وہ جولیا کے اشارے کنائے کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیتا تھا۔

آج بھی گھومتے گھامتے عمران کی کار جولیا کے فلیٹ کی طرف جا نکلی اور پھر فلیٹ کے باہر تنویر کا موٹر سائیکل دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے کار فلیٹ کے باہر روکی اور پھر بڑے اطمینان سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ عمران نے دروازہ کے ساتھ کان لگا دیئے۔ اندر سے تنویر کی آواز آ رہی تھی۔

”جولیا ــــ یقین جانو میں آجکل سخت پریشان ہوں۔ میری راتوں کی نیندیں

غائب ہیں" تنویر کا لہجہ بے حد رومانٹک تھا۔

"تو پھر میں کیا کروں ــــــ ! کسی ڈاکٹر سے اپنا چیک اپ کراؤ" جولیا نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"تم سمجھتی کیوں نہیں جولیا" اس بار تنویر کا لہجہ جھنجلایا ہوا تھا۔

اس سے پہلے کہ جولیا کوئی جواب دیتی عمران نے دروازے پر دباؤ ڈالا دروازہ اندر سے کھلا ہوا تھا۔ اس لئے دباؤ پڑتے ہی کواڑ اندر کی طرف ہٹ گئے اور عمران نے اندر قدم رکھ دیئے۔

"تنویر بھائی جولیا اس طرح نہیں سمجھ سکتی۔ بھلا تم خود سوچو تم مشرقی انداز میں اظہار عشق کر رہے ہو جب کہ جولیا مغربی لڑکی ہے" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں تنویر کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ" ــــ تنویر عمران کی بات سن کر چیخ پڑا۔

"ہاں شاباش اسی زبان میں اظہار عشق کرو تو جولیا فوراً مان جائے گی" عمران نے پہلے سے بھی زیادہ معصوم لہجے میں کہا۔

میں کہتا ہوں تم بلا اجازت اندر آئے کیوں نہیں پہلے دروازے پر دستک دینی چاہیئے" تنویر خفت مٹانے کے لئے عمران پہ الٹ پڑا۔

"کیا کرتا دستک دے کر" تم نہ جانے کتنے عرصے سے دستک دے رہے ہو۔ مگر جولیا کے دل کا دروازہ کھلتا ہی نہیں۔ مغربی لڑکیوں کے دل پر دستک دینے کی بجائے کال بیل بجانی چاہیئے۔ یا پھر بغیر کہے اندر آجانا چاہیئے" عمران بدستور اسے سمجھانے کے موڈ میں تھا۔

"میں کہتی ہوں یہ تم دونوں کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں ایکسٹو سے تمہاری شکایت کروں گی" جولیا اب تک دانت بھینچے بیٹھی تھی آخر پھٹ پڑی۔

"بالکل بالکل عاشق کو رقیب کی شکایت ضرور کرنی چاہیئے۔ اس بے چارے کو بھی تو پتہ چلے کہ وہ اکیلا ہی عاشق نہیں ایک رقیب روسیاہ اور بھی ہے" عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب یہ تم نے روسیاہ کسے کہا ہے" تنویر غصے کی شدت سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آئینہ دیکھو تو خود ہی پتہ چل جائے گا" عمران نے یوں لاپرواہی سے جواب دیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

"میں کہتا ہوں میں تمہیں گولی مار دوں گا" تنویر عمران کی طرف جھپٹا۔

"رک جاؤ تنویر ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گی" جولیا نے اچانک ریوالور نکال لیا۔ اور تنویر رک گیا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

تم دونوں میرے فلیٹ سے باہر نکل جاؤ۔ اور خبردار اگر تم نے یہاں آئندہ پاؤں رکھا تو بغیر بات کئے گولی مار دوں گی" جولیا نے بھی شدید غصے میں کہا۔

"ایک پاؤں رکھنے پہ گولی مار دوگی یا دونوں پاؤں اندر آنے کے بعد" عمران نے یوں پوچھا جیسے اس سوال کا جواب اگر اسے نہ ملتا تو اس کا کوئی بہت بڑا تحقیقی مقالہ ادھورا رہ جاتا۔ مگر تنویر جو اب تک شدید غصے کے عالم میں کھڑا تھا۔ اچانک پلٹا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا فلیٹ سے باہر نکل گیا۔

ابھی وہ دروازے پر ہی تھا کہ عمران نے ہانک لگائی۔

"خس کم جہاں پاک"

اور پھر تو ایسے محسوس ہوا جیسے تنویر کو دورہ پڑ گیا ہو۔ وہ وہیں سے پلٹا اور اس نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران صوفے پر بیٹھے بیٹھے اچانک اچھلا اور جمپ لگا کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور تنویر تیر کی طرح اڑتا ہوا سیدھا اس صوفے پر آیا۔ اور

پھر قلابازی کھا کر دوسری طرف جا گرا۔

"آخر یہ سب کیا بکواس ہے۔ کیا لڑنے کے لئے میرا ہی فلیٹ رہ گیا ہے" جولیا کو جو غصہ آیا تو اس نے جھپٹ کر عمران کا گریبان پکڑ لیا۔

"ارے ارے میرا گریبان تو چھوڑ دو تم تو اب غنڈی بنتی جا رہی ہو" عمران نے اس سے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

تنویر بھی پھرتی سے اٹھ کر پھر سے عمران کی طرف بڑھنے لگا مگر جولیا کو عمران کا گریبان پکڑے دیکھ کر وہ رک گیا اس کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔ شاید اس کی اتنے سے ہی تسکین ہو گئی کہ جولیا نے عمران کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا ہے۔

پھر اس سے پہلے کہ جولیا کوئی جواب دیتی ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ٹیلیفون سنو شاید تمہارے عاشق ایکسٹو کا ہو۔ اس سے رقیب روسیاہ کا ذکر ضرور کرنا" عمران نے بڑے اطمینان سے جولیا کے ہاتھوں اپنا گریبان چھڑاتے ہوئے کہا اور جولیا پیر پٹختی ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے رسیور اٹھا کر انتہائی جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جولیا اسپیکنگ"

"ایکسٹو"

دوسری طرف سے ایکسٹو کی باوقار آواز جولیا کے کانوں میں گونجی اور ایک لمحے کے لئے جولیا کے ہاتھ میں رسیور کانپ گیا مگر دوسرے لمحے اس نے تنویر اور عمران کی طرف دیکھ کر ایکسٹو سے کہا۔

"سر اچھا ہوا آپ کا فون آ گیا۔ میں آپ سے بات کرنا چاہتی تھی میں اب تنگ آ چکی ہوں" جولیا کا لہجہ نادانستہ طور پر تلخ ہوتا چلا گیا۔

"جولیا ـــــــ کیا تم ہوش میں ہو" اچانک ایکسٹو کی غراہٹ سے بھرپور آواز رسیور میں گونجی

اور جولیا کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر دس میگا ٹن کا ہائیڈروجن بم پھٹ پڑا ایکسٹو کی غراہٹ نے اس کے دماغ پر تنا ہوا غصے کا جالا ایک لمحے میں صاف کر دیا۔

"س سر۔ میرا مطلب......" جولیا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"تمہارا مطلب یہی ہے کہ تم سیکرٹ سروس سے تنگ آ چکی ہو۔ ٹھیک ہے میں تمہیں آزاد کر دیتا ہوں مگر سیکرٹ سروس سے آزادی کا مطلب تم اچھی طرح جانتی ہو" ایکسٹو کے لہجے میں غراہٹ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔

"مم۔ مم۔ مگر سر میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میں تو تنویر اور عمران کی شکایت کر رہی تھی۔ یہ دونوں مجھے تنگ کر رہے ہیں" جولیا پہلے سے بھی بوکھلا گئی۔ اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ٹانگیں کانپنے لگ گئیں۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر ایکسٹو نے اسے تسلی نہ دی تو اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

"یہ تمہارے ذاتی مسائل ہیں تم انہیں منہ مت لگایا کرو" اس بار ایکسٹو کا لہجہ قدرے نرم پڑ گیا۔ اور جولیا کا ڈوبتا ہوا دل دوبارہ ابھر آیا۔ اور رنگ میں ہلکی سی سرخی آ گئی۔

"مم مگر سر میں کب منہ لگاتی ہوں وہ خود ہی آ جاتے ہیں" جولیا نے جواب دیا۔

"عمران موجود ہے" ایکسٹو نے پوچھا۔

"جج۔ جی ہاں سر۔ تنویر بھی ہے" جولیا کے لہجے سے ابھی تک بوکھلاہٹ

نہیں گئی تھی۔

"جو میں پوچھا کروں صرف اسی کا جواب دیا کرو۔ رسیور عمران کو دو" ایکسٹو نے سپاٹ لہجے میں کہا اور جولیا نے جھٹکے سے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا اور خود صوفے پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

"لیس علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) اسپیکنگ کون صاحب بات کرنا چاہتے ہیں" عمران نے منہ بناتے ہوئے اور آواز میں مصنوعی رعب پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ایکسٹو بول رہا ہوں جناب" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"سوری میں کسی ایکسٹو کے متعلق نہیں جانتا البتہ سگریٹوں کا ایک برانڈ ایسا ہے جس کا نام "کے ٹو" ہے۔ مگر سگریٹ پیتا نہیں اس لئے یہ نہیں بتلا سکتا کہ اس سگریٹ کے پینے سے آدمی کے ٹو کی پہاڑی سر کر سکتا ہے یا نہیں" عمران کا چرخہ چل پڑا تو ظاہر ہے آسانی سے کہاں رکتا تھا۔

"سر سلطان کا ٹیلی فون آیا تھا وہ آپ سے ایمرجنسی بات کرنا چاہتے ہیں اس لئے میں نے ہر ممبر کو فون کیا کہ شاید آپ کہیں مل جائیں۔ اتفاق سے آپ یہاں مل گئے" بلیک زیرو نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا کہ کے ٹو" پہ بغیر پہاڑی سر کر لوں۔ مگر بوجھ اٹھانے کے لئے ایک گدھا...... اوہ سوری ایک آدمی چاہیئے۔ اور آپ تنویر کے ذمے یہ کام لگا دیں" عمران نے تنویر کی طرف مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

تنویر کا چہرہ ایک بار پھر بگڑ گیا۔ مگر چونکہ معاملہ ایکسٹو کا تھا۔ اس لئے اس نے اپنا دماغ کنٹرول میں رکھا۔

"رسیور تنویر کو دے دیجئے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں اس نے واقعی جولیا کا ناطقہ بند کر رکھا ہے" بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے —— آپ اس کا ناطقہ کھول دیجئے مجھے کوئی اعتراض نہیں" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر رسیور تنویر کی طرف بڑھا دیا۔

"یس تنویر سپیکنگ"

تنویر نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تنویر میں کتنے عرصے سے محسوس کر رہا ہوں کہ تم سیکرٹ سروس کے اصولوں سے تجاوز کر رہے ہو لیکن میں اب تک اس لئے خاموش رہا کہ شاید تمہیں خود عقل آجائے مگر شاید بغیر سزا پائے تمہارا دماغ درست نہیں ہو گا" ایکسٹو نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں معافی چاہتا ہوں جناب —— آپ کو آئندہ کوئی شکایت نہیں ہو گی" تنویر نے بہتر سمجھا کہ پہلے قدم پر معافی مانگ لے کیونکہ اسے علم تھا کہ ذرا اس نے کوئی عذر پیش کرنے کی کوشش کی تو ایکسٹو نے فیصلہ دینا ہے اور ایکسٹو کی سزا سے ہی اس کی روح کانپ جاتی ہے۔

"ٹھیک ہے تم نے معافی مانگ لی ہے اس لئے میں تمہیں آخری بار معاف کرتا ہوں۔ اگر آئندہ تم نے ایسی حرکت کی تو ایسی سزا دوں گا کہ تمہاری نسلیں پناہ مانگیں گی" بلیک زیرو نے سپاٹ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رابطہ کٹ گیا۔ تنویر نے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔ مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ کمرے میں عمران موجود نہیں تھا۔ نجانے وہ کب چلا گیا۔ البتہ جولیا خاموشی سے صوفے پر بیٹھی تھی۔

"سوری جولیا آئندہ تمہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی" تنویر نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

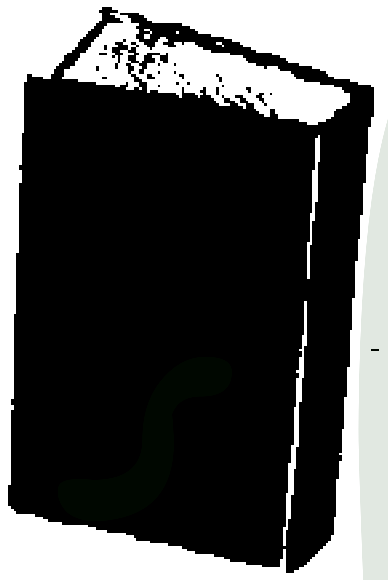

یہ ایک بہت بڑا ہال کمرہ تھا جس میں بیس کرسیاں مستطیل میز کے گرد موجود تھیں۔ درمیان میں ایک کافی بڑی کرسی تھی۔ اس وقت سوائے اس بڑی کرسی کے باقی تمام کرسیوں پر نقاب پوش موجود تھے۔ ان کے نقاب سفید رنگ کے تھے۔ اور عین ناک کی جگہ سیاہ رنگ کا پَر بنا ہوا تھا جو پہلی ہی نظر میں خاصا خوفناک معلوم ہوتا تھا۔ میز کے عین درمیان میں ایک بڑا ٹرانسمیٹر موجود تھا جس کی تمام بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ تمام نقاب پوش خاصے لحیم شحیم اور جاندار جسم کے مالک تھے۔ ان کی آنکھوں میں بربریت اور وحشت واضح حد تک نمایاں تھی۔ وہ سب خاموشی سے ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے نقابوں پر ایک سے بیس تک نمبر پڑے ہوئے تھے۔

اور وہ نمبروں کی ترتیب سے ہی بیٹھے تھے۔ ابھی انہیں وہاں بیٹھے چند ہی لمحے گذرے ہوں گے کہ ہال کا دروازہ کھلا اور ایک دیو جیسا جسم رکھنے والا لحیم شحیم نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ اس کے سفید نقاب اور سیاہ پَر کے ساتھ دائرے میں نمبر کی بجائے ایک سیاہ رنگ کا کراس بنا ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا تمام نقاب پوش اتنی تیزی اور پھرتی سے اٹھ کھڑے ہوئے جیسے انہوں نے

ایک لمحے کے لئے دیر کر دی تو ان کے جسم میں خون کی گردش رک جائے گی۔

"بیٹھ جاؤ"

کراس والے نقاب پوش نے بڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے انتہائی بارعب لہجے میں کہا اور سب نقاب پوش دوبارہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"بلیک فیدرز کی یہ میٹنگ ایک اہم مشن کی ابتدا ہے" اسی نقاب پوش نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہماری جانیں تنظیم کے لئے ہر وقت حاضر ہیں" اس کے قریب بیٹھے ہوئے نمبر ایک نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"فیدرز کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ ہماری تنظیم نے کبھی کسی چھوٹے معاملے میں ہاتھ نہیں ڈالا ہمیشہ بین الاقوامی نوعیت کا کام ہم نے قبول کیا ہے اور جیسے سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہماری تنظیم خصوصی طور پر صرف ایک ہی کام کرتی ہے قتل" ——— چنانچہ ظاہر ہے کہ اس بار بھی ہمارا مشن قتل ہی ہوگا ——— کس کا قتل ——— اس بات سے صرف چیف باس ہی آگاہ ہوگا۔ اور اس سے احکامات لینے کے لئے ہم سب یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اگر ممبرز میں سے کسی کو کچھ کہنا ہو تو اس وقت کہہ سکتا ہے۔ بعد میں قطعاً کچھ کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی" کراس باس نے انتہائی بارعب لہجے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا سب ممبرز سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے کسی نے سر اٹھانے کی بھی جرأت نہ کی۔

"اس کا مطلب ہے کہ کسی کو کوئی بات نہیں کہنی، ٹھیک ہے نمبر ون۔ ٹرانسمیٹر آن کر دو"

کراس باس نے قریب بیٹھے نمبر ون سے کہا اور اس نے میز کے کنارے پر

لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ٹرانسمیٹر میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اس پر لگے ہوئے مختلف رنگوں کے بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ اور چند لمحوں بعد اس میں سے زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ آوازیں تیز ہوتے ہوتے سمندر کے بپھرے ہوئے شور میں بدل گئیں۔ شور بڑھتا گیا پھر یکلخت خاموشی چھا گئی۔ اور سب نقاب پوش سنبھل کر بیٹھ گئے۔

"ہیلو بلیک فیدرز ——— ! چیف باس سپیکنگ کیا تمام ممبرز موجود ہیں اوور" ٹرانسمیٹر سے ایک انتہائی کرخت آواز نکلی۔

"یس چیف باس —— ! تمام ممبرز حاضر ہیں اوور" کراس باس نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"او۔ کے ممبرز کو میں یہ خوش خبری سناتا ہوں کہ ہماری تنظیم نے ایک بہت بڑے سیاسی قتل کا معاہدہ کیا ہے یہ قتل آج سے دو ہفتے بعد ایشیائی ملک کوہستان میں کیا جائے گا اس لئے تمام ممبرز کوہستان جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ میں ممبرز کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ قتل انتہائی اہم سیاسی شخصیت کا ہے۔ اس لئے کسی قیمت پر ناکامی کا لفظ کسی کے تصور میں نہیں آنا چاہیئے۔ چاہے اس کے لئے ہمارے تمام ممبرز ہی کیوں نہ قتل ہو جائیں اوور"

"آپ کو قطعاً شکایت نہیں ہوگی چیف باس ——— ! پھر ایشیائی ملک میں تو ہمارا مشن اور بھی آسان ہو جائے گا کیونکہ ایشیائی ملکوں کی سیکرٹ سروسیں اور خفیہ پولیس انتہائی پسماندہ ہیں۔ جب کہ ہم نے دنیا کے ترقی یافتہ ترین ملک کی سیکرٹ سروس کے مقابلے میں اس ملک کے صدر کو سڑک پہ گولی مار دی تھی تو ایشیائی ملک کوہستان میں ہمارا راستہ کون روک سکتا ہے۔" کراس باس نے نخوت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"کراس باس دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیئے تمہیں ہر مقابلے کے لئے ایسی تیاری کرنی چاہیئے جیسے تمہارے مقابلے میں دنیا کی طاقتور ترین سیکرٹ سروس موجود ہو اوور" چیف باس نے بارعب لہجے میں کہا۔

"بہتر سر آپ بے فکر رہیں اوور" کراس باس نے پہلے سے زیادہ مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تفصیلات تم لوگوں تک پہنچ جائیں گی۔ اس کے بعد تمہارا کام ہے کہ مشن کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں آپ لوگوں سے ہر لمحے قریب رہوں گا۔ اوور اینڈ آل"

چیف باس کی آواز سنائی دی اور پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد دوبارہ سمندر کا شور ابھرا اور پھر زوں زوں کی آوازیں ابھر کر ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ نمبر ون نے میز کے کنارے لگا ہوا بٹن آف کر دیا۔ ٹرانسمیٹر مردہ ہو گیا۔

چند لمحوں بعد گھنٹی کی آواز ہال میں گونجنے لگی۔ نمبر ون نے تیزی سے اٹھ کر دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی فائل تھی۔ فائل لے کر وہ واپس آیا اور پھر تفصیلات پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ان کے درمیان مشن کی تفصیلات پر بحث شروع ہو گئی۔ اور تمام ممبرز نے اس سلسلے میں اپنی رائے دینی شروع کر دی۔ یہ ان کا طریقہ کار تھا کہ کیس کی تفصیلات طے کرتے وقت وہ جزئیات تک پر بھی بحث کر کے فیصلہ کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہر کام انتہائی تکنیکی انداز میں ہو جاتا اور یہی وجہ تھی کہ وہ کسی بھی مشن میں ناکام نہیں ہوئے تھے۔

عمران نے کار سَر سلطان کی کوٹھی میں لے جانے کی بجائے باہر کھڑی کردی اور خود اتر کر اندر داخل ہوا برآمدے میں ایک باوردی دربان موجود تھا اور اتفاق سے وہ دربان نیا نیا ہی تبدیل ہو کر یہاں آیا تھا چنانچہ وہ عمران کو نہیں جانتا تھا عمران کو یوں کھلنڈرے انداز میں آگے بڑھتا دیکھ کر اس کے چہرے پر شکنیں سی پڑ گئیں۔ وہ سَر سلطان کی حیثیت سے اچھی طرح واقف تھا۔ اِسی لئے اس کی گردن بھی اکڑی ہوئی تھی جب عمران اس کے قریب پہنچا تو عمران نے اسے نیا سمجھتے ہوئے باقاعدہ فرشی سلام جھاڑ دیا اس کے چہرے پر مسکینیت کے آثار چھاگئے اس کا یہ انداز دیکھ کر دربان کی گردن اور تن گئی۔

"کیا بات ہے —" اس نے بڑے بارعب لہجے میں عمران سے پوچھا۔

"بڑے صاحب سے مِلنا ہے" —— عمران نے بڑے فدویانہ لہجے میں جواب دیا۔

"بڑے صاحب فارغ نہیں ہیں" —— دربان نے بڑے نخوت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"کیوں کیا بیت الخلاء میں گئے ہوئے ہیں" —— عمران نے بڑے معصوم لہجے میں پوچھا۔ اور دربان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"بڑے بدتمیز ہو تم —— بھاگ جاؤ یہاں سے —— ورنہ ابھی پولیس کو بلوا کر گرفتار کرادوں گا" —— دربان نے غصیلے لہجے میں اُسے جھاڑتے ہوئے کہا۔

"مم مم میرا صاحب سے ملنا ضروری ہے" —— عمران نے بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"آخر تم ان سے کیا کہنا چاہتے ہو —— مجھے بتاؤ شاید میں تمہاری مدد کر سکوں" —— دربان نے عمران کے چہرے پر پھیلی ہوئی بے بسی سے متاثر ہوتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"مجھے نوکری چاہیئے —— اور میں بڑے صاحب کے نام ایک سفارشی خط لایا ہوں۔ تم یہ خط اندر بھیج دو صاحب مجھے فوراً اندر بلالیں گے۔ میں تمہارا چائے پانی دے دوں گا" —— عمران نے اِسے تفصیل سمجھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں —— اس وقت صاحب ایسی باتیں نہیں سنا کرتے۔ تم دفتر جا کر مِلو" دربان نے انکار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یار مان بھی جاؤ —— اتنی منتیں کر رہا ہوں مجھے بہتر ہوتا کہ تم اِتنے سخت آدمی ہو تو تمہارے لئے بھی کوئی سفارشی خط لے آتا" عمران نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔

"میں شرافت سے تمہارے ساتھ بات کر رہا ہوں اور تم میرے سر چڑھے آرہے ہو۔ چلو بھاگو یہاں سے" —— دربان کو غصہ آگیا۔

"اچھا جیسے تمہاری مرضی"

عمران نے سر جھکا کر کہا اور پھر اس نے باقاعدہ بھاگنا شروع کر دیا

مگر ظاہر ہے اس کا رخ باہر کی طرف ہونے کی بجائے اندر کی طرف تھا۔

"ارے ارے کہاں بھاگے جا رہے ہو" ـــــ دربان بوکھلا کر اس کے پیچھے بھاگ پڑا۔ مگر ظاہر ہے بھاگنے میں عمران کا کہاں مقابلہ کر سکتا تھا۔

"تم نے خود ہی تو بھاگنے کا مشورہ دیا تھا" ـــــ عمران نے دروازے کے قریب رک کر کہا اور پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کا رُخ سیدھا سر سلطان کے خاص کمرے کی طرف تھا۔ جہاں سر سلطان بیٹھ کر دفتر کا بقایا کام نپٹایا کرتے تھے۔ دربان بھی اس کے پیچھے تھا۔ اُسے اب اپنا خطرہ پڑ گیا تھا کہ اگر یہ پاگل نوجوان سر سلطان کے پاس پہنچ گیا تو نجانے وہ کتنا غصہ کریں اور مجھے نوکری سے ہی نہ نکال دیں اور پھر عمران جیسے ہی سر سلطان کے کمرے میں داخل ہوا۔ دربان بھی پیچھے پہنچ گیا سَر سلطان نے جو فائل کھولے کسی کام میں مصروف تھے چونک کر سر اٹھایا اور پھر عمران کو یوں اپنے پاس دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"سس۔ سر۔ ۔ ۔ ۔ ۔" دربان نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عمران بول پڑا۔

"جاؤ چائے لے آؤ" عمران کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"مم مگر سَر" دربان نے حیرت سے بوکھلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ سَر سلطان بول پڑے "جاؤ سنا نہیں تم نے چائے لے آؤ" ـــــ اور دربان بے چارہ حیرت کے مارے بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔ دربان نے پھر جب جلتے ہوئے سر سلطان کا دوسرا فقرہ سنا کہ "آؤ عمران بیٹے میں نجانے کب سے تمہارا منتظر تھا تو بوکھلاہٹ میں وہ سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

زمانہ بے حد خود غرض ہو گیا ہے جب تک کسی کو کام نہ پڑے کوئی کسی کو یاد نہیں کرتا۔ اب آپ کو بھی میں اس وقت یاد آیا ہوں جب کہ آپ کو کوئی کام ہو گا۔ آپ کو کیا معلوم کہ ان دِنوں عمران پر کیا بیت گئی ہے۔ تو بر تین دن سے کچھ نہیں کھایا۔ فلیٹ سوپر فیاض نے چھین لیا ہے۔ فاقوں میں کار تک بک گئی ہے" عمران کا لہجہ بے حد متاثر کن تھا۔

"عمران بیٹے مجھے چکر دینے کی کوشش نہ کرو ـــــ ایسی باتیں تم اس سے کیا کرو جو تمہیں جانتا نہ ہو۔ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں جناب ـــ! میرا ستارہ گردش میں آ گیا ہے۔ میرے حالات بے حد خراب ہیں ٹیکسی کے پیسے تک جیب میں نہیں تھے۔ پیدل آیا ہوں"۔ عمران نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجھے یقین نہیں آتا" ـــــ سر سلطان اس کا لہجہ دیکھ کر قدرے سنجیدہ ہو گئے۔

"آپ دربان سے پوچھ لیں کہ میں پیدل آیا ہوں یا نہیں" عمران نے فوراً گواہی پیش کر دی۔

اسی لمحے دربان چائے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"کیوں بھئی عمران کی کار کہاں کھڑی ہے" ـــــ سَر سلطان نے اس سے پوچھا۔

"جی کار ـــ کیسی کار ـــــ کوٹھی میں تو کوئی کار نہیں ہے" دربان نے بوکھلاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب کیا یہ صاحب کار پر نہیں آئے" سر سلطان کے لہجے میں اسبار بے حد سنجیدگی تھی۔ کیونکہ وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ عمران پیدل بھی ان کے پاس آ سکتا ہے۔

"یہ صاحب پیدل آئے ہیں جناب" ـــــ دربان نے مودبانہ لہجے میں چائے بناتے ہوئے جواب دیا۔

"عمران کیا تم سچ کہہ رہے ہو" ـــــ سر سلطان کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

"اب میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں" ـــــ عمران نے بے بسی سے جواب دیا۔

"تم جاؤ" ـــــ سر سلطان نے دربان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

"تمہیں میرا پیغام ملا ہے" ـــــ سر سلطان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

جی ہاں جناب ـــ! میں جولیا کے پاس سو روپے ادھار مانگنے گیا تھا۔ جولیا نے بلیک زیرو کا پیغام دیا تو میں وہاں سے سیدھا یہاں آ گیا ہوں" عمران نے جواب دیا۔

"تم پہلے میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ اس بار سر سلطان کے لہجے میں غصے کی آمیزش موجود تھی۔

"کیا کرتا آ کر آپ اب کون سا میری بات پر یقین کر رہے ہیں۔ آپ تو یہ سمجھتے ہیں کہ میں سیکرٹ سروس کا سربراہ ہوں۔ مجھے پیسے کی کیا پرواہ ہے۔ لیکن آپ کو شائد یہ علم نہیں کہ جب کوئی کیس نہ ہو تو میں تنخواہ نہیں لیتا اور نہ ہی سیکرٹ سروس کے فنڈ سے کوئی پیسہ لیتا ہوں۔ یہ میرا اصول ہے۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ پچھلے تین ماہ سے ہمارے پاس کوئی کیس نہیں ہے اب آپ خود اندازہ کر لیجئے" عمران نے باقاعدہ تفصیل بتلانی شروع کر دی۔ اور اس بار سر سلطان بھی قائل ہو گئے۔ ان کے ذہن میں جو شبہ تھا وہ دور ہو گیا۔ ان کے چہرے پر افسوس کے آثار ظاہر ہوئے۔

"مجھے علم نہیں تھا کہ تمہارا یہ اصول ہے۔ ورنہ میں خود خیال کرتا۔ بہرحال میں آئندہ خیال رکھوں گا" سر سلطان نے افسوس سے پر لہجے میں کہا اور پھر میز کی دراز سے چیک بک نکال کر انہوں نے اس پر دستخط کئے اور پھر بلینک چیک عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جتنی رقم ضرورت ہو اس میں بھر لینا"۔

عمران نے چیک لیا۔ ایک لمحے کے لئے اسے بغور دیکھا۔ اور پھر سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا" ذرا دربان کو بلوائیے"

"کیوں کیا بات ہے" ـــــ سر سلطان نے چونک کر کہا۔

"آپ بلوائیے تو سہی" ـــــ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

سر سلطان نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دربان اندر آ گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا" ـــــ عمران نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"محمد شریف جناب" ـــــ دربان نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ کیونکہ اب اسے عمران کی حیثیت کا اچھی طرح علم ہو گیا تھا۔

"یہ جناب تمہاری ذات ہے کیا !" عمران نے جیب سے پین نکال کر چیک پر کچھ لکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب۔ میں تو آپ کو جناب کہہ رہا ہوں" ـــــ دربان نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اچھا تم پہلے آدمی ہو جس نے مجھے جناب کہا ہے۔ اس خوشی میں یہ لو تمہارا انعام" عمران نے وہی چیک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اس نے

چیک پر اس کا نام اور دو سو روپے کی رقم لکھ دی تھی۔

"اور ہاں گیٹ کے باہر میری کار کھڑی ہے ذرا اُس کا خیال رکھنا" عمران نے کہا۔

دربان نے جب اپنے نام کا دو سو روپے کا چیک دیکھا تو اس کی باچھیں کھل گئیں اور سلام کر کے تیزی سے باہر نکل گیا کہ کہیں عمران اس سے چیک واپس نہ لے لے اور سر سلطان کا غصے کے مارے برا حال ہو گیا وہ سمجھ گئے تھے کہ عمران نے جان بوجھ کر الو بنایا ہے۔

یہ کیا حرکت ہے۔ —!" سر سلطان نے بمشکل غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"بڑی خوشگوار حرکت ہے جناب —! غریب آدمی کا بھلا ہو گیا۔ آپ کا کیا گیا۔ اتنی تگڑی تنخواہ لے رہے ہیں مفت میں بیٹھے بٹھلائے" عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

اور سر سلطان بے اختیار ہنس پڑے" بڑے شیطان ہو تم" انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب میں یہ گستاخی نہیں کر سکتا۔ بڑے بہر حال آپ ہیں اور پھر سلطان اور شیطان ہم قافیہ بھی ہیں۔ عمران نے جواب دیا۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو خواہ مخواہ وقت ضائع کیا میں نے تمہیں ایک انتہائی اہم کام کے لئے بلایا ہے"۔ سر سلطان نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"اِسی بات کا تو مجھے گِلہ ہے کہ آپ نے کبھی مجھے غیر اہم کام کے لئے بلایا ہی نہیں۔ حسرت ہی رہی۔ عمران کی زبان بھلا کب رکنے والی تھی۔

فضول باتیں نہیں یہ ملک کے مستقبل کا سوال ہے" سر سلطان نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ملک کے ماضی حال کا جواب آپ کو مل گیا ہے۔ جواب آپ مستقبل کا سوال کر رہے ہیں" عمران نہ رہ سکا

"دیکھو عمران میں پہلے ہی بے حد پریشان ہوں تم نے بلیک فیدر کا نام سنا ہے" سر سلطان نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر بلیک فیدر کا نام سن کر عمران بھی نمایاں طور پر چونک پڑا۔

"بلیک فیدر —! کیا واقعی آپ نے یہی کہا ہے" عمران نے اس بار بےحد سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں بلیک فیدر —! دنیا کی سب سے بدنام قاتلوں کی تنظیم جس کے دامن پر دنیا کے بڑے بڑے لوگوں اور سیاسی شخصیتوں کے خون کے داغ ہیں اور جن کے نام سے دنیا بھر کی سیکرٹ سروسز کانپتی ہیں" سر سلطان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ تنظیم آپ کو قتل کرنا چاہتی ہے" عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا وہ شاید اپنی ابھراری حیرت پر قابو پا چکا تھا۔

"مجھے ان لوگوں نے قتل کر کے کیا کرنا ہے"۔ اِس بار اِن کا ہدف ہمارے وزیرِ اعظم ہیں"

سر سلطان نے جواب دیا۔ اور عمران اس بار یوں اچھلا جیسے اس کے جسم میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔

"اوہ یہ تو انتہائی خطرناک بات ہے۔ آپ کو کیسے علم ہوا" عمران کے چہرے پر سنجیدگی کی چادر تن گئی۔ اُس کی آنکھوں میں چمک سی لہرا گئی تھی۔

یہ دیکھو یہ خط ہمیں ایک دوست ملک کی سیکرٹ سروس کے سربراہ نے بھیجا ہے۔ اسے پڑھ لو تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ سر سلطان نے فائل

سے ایک سرخ رنگ کا کاغذ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

عمران نے کاغذ لے کر اسے بغور دیکھا اس پر کوڈ ورڈز ——— میں چند لائنیں درج تھیں۔ عمران چند لمحے غور سے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کاغذ دوبارہ سرسلطان کی طرف بڑھا دیا۔

تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے ہمسایہ ملک کوہستان سے تعلقات شروع سے ہی کشیدہ رہے ہیں۔ باوجود ہماری کوششوں کے ان سے ہمارے تعلقات ٹھیک نہیں ہو سکے اب ہمارے وزیراعظم کی مدبرانہ کوششوں اور ایک دوست ملک کے دخل کی وجہ سے تعلقات کے ٹھیک ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہمارے وزیراعظم تین روز بعد کوہستان کے سرکاری دورے پر جانیوالے ہیں۔ مگر بعض ممالک یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے تعلقات کوہستان سے ٹھیک ہوں۔ اس لئے ہو سکتا ہے انہوں نے یہ پلان بنایا ہو کہ ہمارے وزیراعظم پر کوہستان کی سرزمین پر قاتلانہ حملہ کرایا جائے اس طرح یہ تعلقات پھر طویل عرصے کے لئے کشیدہ ہو جائیں۔ سرسلطان نے اس مہم کا پس منظر بتلاتے ہوئے کہا "اور اگر خدانخواستہ یہ حملہ کامیاب ہو گیا تو اس سے ہمارے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا"

"میں سمجھ گیا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت کافرستان کی ہے۔ اسی نے بلیک فیدر سے معاہدہ کیا ہو گا۔ آپ ایسا کریں کہ وزیراعظم کا یہ دورہ منسوخ کرا دیں۔ اگر بلیک فیدر والوں نے یہاں کا رخ کیا تو میں ان سے نپٹ لوں گا" عمران نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا

"یہی تو مسئلہ ہے عمران ——— وزیراعظم صاحب یہ بات کبھی تسلیم نہیں کریں گے یہ دورہ اس قدر اہم ہے کہ وہ کسی بھی امکانی صورت کے تحت

اسے منسوخ کرنے پر نہیں تیار ہونگے، اور وہ ویسے بھی ان سے ایسی کوئی بات نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایسی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے" سرسلطان نے جواب دیا۔

"پھر........" عمران نے پوچھا۔

"اب صرف ایک ہی صورت ہے کہ تم وزیراعظم کی حفاظت کے لئے کوہستان چلے جاؤ۔ میری تسلی صرف اسی طرح ہو سکتی ہے" سرسلطان نے جواب دیا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے چلو ایسا ہی سہی۔ میری بھی کافی عرصے سے خواہش تھی کہ کبھی بلیک فیدر سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ اس بار ہی سہی" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر جوش کے آثار نمایاں تھے۔

اس کی بات سُنکر سرسلطان کے چہرے پر بھی جوش و اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ جیسے عمران کے وعدے کے ساتھ ہی وزیراعظم کے سر پر منڈلانے والا خطرہ دور ہو گیا ہو۔

"پھر ٹھیک ہے میں وزیراعظم کے ساتھ تمہیں بھیجنے کے انتظامات کرتا ہوں" سرسلطان نے کہا۔

"نہیں آپ کسی قسم کے انتظامات نہ کریں میں خود وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ٹیم کو لے جانا پڑے گا۔ بلیک فیدر کی تنظیم بے حد منظم اور اپنے کام میں ماہر ہے اس کے مقابلے میں ہمیں بیحد احتیاط کرنی پڑے گی۔ اور جب کہ معاملہ اتنا اہم ہو کہ ہماری معمولی سی غلطی ہمارے وزیراعظم کی جان لے سکتی ہے" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں عمران بیٹے ہمارے ملک کا مستقبل اب تمہارے ہاتھ میں ہے یہ خیال

رکھنا" سر سلطان نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب ——— ! مجھے اچھی طرح اس بات کا احساس ہے۔ میں نے بلیک فیدر کو وائٹ فیدر میں نہ بدل دیا تو میرا نام بھی عمران نہیں" عمران نے کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب مجھے اجازت دیجئے۔ بہت سے انتظامات بھی کرنے ہیں" عمران بدستور سنجیدہ تھا۔

"ٹھیک ہے خدا تمہیں کامیاب و کامران کرے خدا حافظ" سر سلطان نے کہا اور عمران ان سے ہاتھ ملا کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر برآمدے میں دربان نے اُسے دیکھتے ہی اس بار انتہائی تکلف سے فرشی سلام کیا مگر عمران اس کی طرف دھیان دیئے بغیر اپنی سوچ میں گم گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران نے ایک نظر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر قہوہ خانہ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اس وقت وہ اُسی ملک کے غنڈے کے میک اپ میں تھا قہوہ خانے کی اکثر میزیں خالی تھیں۔ عمران سیدھا کونے میں رکھی ہوئی ایک میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ میز پر بیٹھ کر اس نے اطمینان سے قہوہ خانے میں بیٹھے

ہوئے افراد کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ اسے کوہستان کے دارالحکومت میں آئے آج دوسرا دن تھا۔ اور یہاں پہنچتے ہی اس نے کارروائی شروع کر دی تھی۔ وزیر اعظم پاکیشیا کے پہنچنے میں تین دن رہتے تھے اور عمران ان کے آنے سے پہلے ہی بلیک فیدر کی راہ پر تک جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کیس میں وہ کوئی رسک لینے کو تیار نہیں تھا۔ ٹیم سے وہ صرف اپنے ساتھ کیپٹن شکیل اور صفدر کو لے آیا تھا اور بلیک زیرو بلیک فیدر تنظیم سے متعلق اس کے پرسنل ریکارڈ میں صرف اتنی سی وضاحت موجود تھی کہ یہ قاتلوں کی ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جس میں ہر شخص دنیا کا چھٹا ہوا قاتل ہے۔ یہ تنظیم صرف سیاسی قتل کے کیس میں ہاتھ ڈالتی ہے اور آج تک اس تنظیم کا ایک بھی ممبر نہیں پکڑا گیا اور یہ تنظیم کبھی بھی اپنے مشن میں ناکام نہیں رہی۔ اس لئے پوری دنیا کے سربراہ اور سیکرٹ سروسز اس کے خوف سے لرزہ براندام رہتی تھیں۔ جب سے انہوں نے دنیا کے ترقی یافتہ ملک کے سربراہ کو دن دھاڑے سڑک پر قتل کیا تھا تب سے ان کا نام بہت زیادہ چڑھ گیا تھا۔ عمران کو جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ بلیک فیدر اب اس کے ملک کے وزیر اعظم کے خلاف کام کر رہی ہے تب سے وہ بے حد سنجیدہ تھا کیونکہ اُسے اچھی طرح علم تھا کہ اس بار مقابلہ واقعی سخت ہوگا۔ مقابلہ جاسوسوں سے نہیں بلکہ انتہائی منظم اور بے درد قاتلوں سے ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا دل مطمئن تھا کہ وہ اس تنظیم کے مقابلے میں کامیاب ہوگا۔ اُسے خدا کی مدد کے بعد اپنی صلاحیتوں اور اپنے ساتھیوں کی ترتیب پر مکمل بھروسہ تھا۔ اسی نے بطور ایکسٹو پاکیشیا سے چلنے سے پہلے صفدر، کیپٹن شکیل کو اصل صورت حال بتلا دی تھی۔ یہ بات گو اس کے اصول کے خلاف تھی کہ وہ کیس شروع ہونے سے پہلے اس کے متعلق ممبروں کو وضاحت کرے۔ مگر اس بار صورت حال کو

دیکھتے ہوئے اُسے اپنا یہ اصول بدلنا پڑا۔ اس نے یہ وضاحت اس لئے کر دی تھی کہ دونوں کو بخوبی احساس ہو جائے کہ مشن کتنا خطرناک ہے اِن میں سے کسی کی معمولی سی کوتاہی ملک کے لئے کتنی بھیانک ہو سکتی ہے۔

کل سے وہ شہر کے قہوے خانے چھانتا پھر رہا تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ اس ملک کے قہوہ خانے ہی دراصل جرائم کے گڑھ ہیں۔ اور کسی قسم کا کلیو اگر مل سکتا ہے تو اِن قہوہ خانوں سے ہی مِل سکتا ہے۔ ابھی عمران کو بیٹھے چند ہی لمحے گذرے ہوں گے کہ ایک ویٹر نے قہوہ لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"سنو ــــ" عمران نے قدرے تحکمانہ لہجے میں ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا بات ہے" ـــــ ویٹر کے لہجے میں بھی تلخی تھی۔

"اِس قہوہ خانے کا مالک کون ہے" ــــ؟ عمران نے لہجے کو پہلے سے زیادہ تحکمانہ بناتے ہوئے کہا۔

ویٹر نے ایک لمحے کے لئے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر اس کے لبوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"بجلی"

ویٹر نے جواب دیا اس کے لہجے سے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نام کے سنتے ہی عمران کے شانے سکڑ جائیں گے اور اکڑی ہوئی گردن ڈھیلی پڑ جائے گی۔

"ٹھیک ہے تم بجلی سے کہہ دو کہ بادل اُسے ملنے آیا ہے" عمران نے پہلے سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"بادل"

ویٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا وہ چند لمحے غور سے عمران کو دیکھتا رہا۔ عمران کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی تھی نجانے عمران کے چہرے پر ویٹر کو کیا چیز نظر آئی کہ وہ خاموشی سے واپس چلا گیا۔ کاؤنٹر پر جا کر اس نے ایک لمحے کے لئے کاؤنٹر مین سے کوئی بات کی۔ کاؤنٹر مین نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر سلوٹیں ابھر آئیں چند لمحے وہ سوچتا رہا پھر وہ کاؤنٹر سے نکل کر ایک دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ عمران خاموشی سے بیٹھا قہوہ پیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کاؤنٹر مین باہر نکلا اس نے ویٹر سے کچھ کہا اور ویٹر سیدھا عمران کے پاس آیا۔

"آؤ" ــــــ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں پراسرار سی چمک تھی۔

عمران نے قہوہ کا آخری گھونٹ حلق میں اتارا۔ پیالی میز پر رکھی اور ویٹر کے پیچھے چل دیا۔ کاؤنٹر کے قریب سے گذر کر وہ ویٹر کی رہنمائی میں دروازے کے اندر داخل ہوا۔ یہ دروازہ ایک راہداری میں سے گذرتا تھا۔ راہداری کے آخری سرے پر ایک اور دروازہ تھا۔ ویٹر اس دروازے کے قریب جا کر رک گیا۔

"اندر چلے جانا اور دیکھو خبردار اونچی آواز میں بات نہ کرنا" ویٹر نے تلخ لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا مگر دوسرا لمحہ اس پر بھاری پڑا۔ عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ اور وہ لحیم شحیم ویٹر اچھل کر کئی فٹ دور جا گرا۔ اس کے منہ سے خون کی لکیر باہر نکل آئی تھی۔

"یہ تمہاری بات کا جواب ہے" ـــــ عمران نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک میز کے پیچھے ایک چھریرے مگر مضبوط جسم کا ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ وہ کوئی نامی گرامی غنڈہ ہوگا۔

عمران سیدھا چلتا ہوا میز کے سامنے رکھی ہوئی ایک کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ویٹر اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک ہاتھ گال پر رکھا ہوا تھا اس کے منہ سے خون کافی مقدار میں باہر نکلا ہوا تھا۔ چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے۔

"باس ۔۔۔! اس اجنبی نے مجھے تھپڑ مارا ہے" ویٹر نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"اور تم میرے پاس شکایت لے کر آئے ہو ۔۔۔ تم نے اسے میرے تک پہنچنے ہی کیوں دیا۔ مجھے بزدل آدمیوں سے نفرت ہے" باس نے کرخت لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا۔ اور پھر سائیلنسر لگے ریوالور کی نالی کی جھلک ہی نظر آئی تھی۔ اس سے پہلے کہ اس میں سے شعلہ سا نکلتا عمران بجلی کی طرح اپنی جگہ سے اچھلا اور دوسرے لمحے باس کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔

کیا حماقت ہے" ۔۔۔! اگر تم ایسا مجھ پر رعب ڈالنے کے لئے کر رہے ہو تو اس بات کو ذہن سے نکال دو۔ میں ایسی باتوں سے رعب میں آنے والا نہیں"۔

عمران نے انتہائی سخت لہجے میں بجلی سے مخاطب ہو کر کہا جو اس کو کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے میرے کام میں مداخلت کر کے اچھا نہیں کیا" اس نے انتہائی سپاٹ

لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم کام ہی غلط کر رہے تھے۔ بھلا یہ کوئی بات ہے کہ ایک وفادار آدمی کو خوامخواہ گولی مار دی جائے" عمران نے بڑے ہی اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

عمران کا ابھی فقرہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس نے برق کی سی تیزی سے عمران پر حملہ کر دیا۔ مگر بھلا عمران ایسے آدمیوں سے کہاں سنبھلتا تھا۔ وہ تیزی سے ایک قدم دائیں طرف ہٹا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بجلی کی گردن پر جم گیا۔ اس سے پہلے کہ بجلی کچھ سمجھتا عمران نے اسے گردن سے پکڑ کر اٹھا کر دوبارہ کرسی میں ٹھونس دیا۔

"سنو بجلی میں تم سے خوامخواہ لڑنا نہیں چاہتا ورنہ میں تمہاری گردن پکڑنے کی بجائے توڑ بھی سکتا تھا" عمران نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

اس کی گرفت بجلی کی گردن پر اتنی سخت پڑی تھی کہ جیسے ہی عمران نے ہاتھ چھوڑا بجلی بے اختیار گردن کو مسلنے لگا۔ وہ چند لمحے کینہ توز نظروں سے عمران کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر نرمی کے آثار ابھرنے لگے۔

"تم مجھے واقعی جی دار آدمی لگتے ہو اور اجنبی بھی ورنہ کبھی بجلی پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرتے ٹھیک ہے میں تمہاری وجہ سے اسے معاف کر دیتا ہوں بجلی نے کہا اور پھر اس نے ویٹر کو جو ہکا بکا دروازے پر کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ واپس جانے کا اشارہ کیا۔ ویٹر عجیب سی نظروں سے عمران کو دیکھتا ہوا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"ہاں اب بتلاؤ اجنبی تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔ بجلی نے عمران

سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے تمہارے متعلق ایک دوست نے بتلایا تھا۔ میں کام چاہتا ہوں"

"کس قسم کا کام ——— تمہارا تعلق کس شہر سے ہے" بجلی نے چونک کر پوچھا۔

"کسی قسم کا بڑا کام ——— میں کوہستان کے شمالی علاقے سے تعلق رکھتا ہوں وہاں میرے لئے جب میدان تنگ ہو گیا تو میں یہاں دارالحکومت آ گیا ہوں۔ عمران نے اسے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام شاید ویٹر نے مجھے بادل بتلایا تھا" بجلی نے ماتھے پر انگلی رکھتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا۔

اس نے ٹھیک بتلایا ہے تم مجھے یہ بتلاؤ کہ تمہارے پاس کوئی بڑا کام ہے یا نہیں؟" عمران نے قدرے بیزاری سے کہا۔

"دیکھو بادل میرے پاس ہزاروں بڑے سے بڑے کام موجود ہیں دارالحکومت میں بجلی سے بڑا کوئی آدمی نہیں جو میرے مقابلے میں کام کر سکے۔ مگر میں ایک اجنبی پر کس طرح یقین کروں کہ وہ مجھے دھوکہ نہیں دے گا" بجلی نے بڑے کھلے انداز میں بات کر دی۔

"دیکھو بجلی میں تمہیں یہ بات کھلے طور پر بتلا دوں کہ اب میں مستقل طور پر دارالحکومت میں آ گیا ہوں اور ظاہر ہے مجھے یہاں کوئی بڑا کام حاصل کر لینا ہے۔ اس وقت ہو سکتا ہے کہ مقابلہ تم سے ہو جائے چونکہ میں نے اپنے دوست سے تمہاری تعریف سنی تھی اس لئے میں نے سوچا کہ میں پہلے تم سے بات کر لوں۔ اگر تم مجھے کام نہیں دو گے تو پھر جب میں اور تم مقابلے میں آ جائیں تو مجھ سے کوئی گلہ نہ کرنا" عمران نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"ہونہہ یہ بات ہے تم میرے مقابلے میں آنا چاہتے ہو" بجلی نے اس بار کینہ توز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے تم کام حاصل کرو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا" بجلی عمران کی بات سن کر ہنستے ہوئے کہہ گیا۔ شاید اسے یہ خیال ہو کہ ایک اجنبی دارالحکومت میں کوئی بڑا کام حاصل نہیں کر سکتا۔

"اب بات کی ہے نا مردوں والی ٹھیک ہے" ——— عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مگر ایک بات میری سن لو۔ مجھے ایک بہت بڑا کام مل رہا ہے۔ آج سے تین دن بعد کام ہو گا۔ میں تمہیں یہ کہہ دوں کہ اس مسئلے میں ٹانگ نہ اڑانا ورنہ میں بجلی کا فیوز اڑانا اچھی طرح جانتا ہوں" عمران نے کہا اور پھر وہ دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اور عین اس کی توقع کے مطابق ابھی اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ بجلی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"بادل میری بات سنو" ——— اس کا لہجہ بے حد نرم تھا۔

عمران مڑا اور پھر اس کی طرف بڑھنے کی بجائے وہیں رک کر ہچکنے لگا۔

"کیا بات ہے" ——— عمران کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"بات تو سنو ——— آؤ بیٹھو" بجلی بڑی پریشانی کے عالم میں اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ عمران کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی وہ آگے بڑھ کر کرسی پر بڑے اطمینان سے بیٹھ گیا۔

"کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو کہ تمہیں بڑا کام مل رہا ہے" بجلی نے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے بھلا کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی“ عمران نے جواب دیا۔

”سنو بادل میں تمہیں اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لئے تیار ہوں“ بجلی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”نہیں میں کسی گروہ میں شامل ہونے کا قائل نہیں۔ میں آزادانہ کام کرتا ہوں“ عمران نے سپاٹ جواب دے دیا۔

”دیکھو بادل جو کام تم ہاتھ میں لے رہے ہو وہ انتہائی خطرناک ہے وہ کام تمہارے اکیلے کے بس کا نہیں۔ اس لئے میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم میرے گروہ میں شامل ہو جاؤ ورنہ تمہاری مرضی ہے“ بجلی نے کہا۔

”میں اپنا برا بھلا تم سے زیادہ اچھی طرح جان سکتا ہوں“ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر اٹھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے سے باہر نکل آیا۔ راہداری کراس کر کے وہ جب ہال میں پہنچا تو کاؤنٹر پہ کھڑے ہوئے شخص نے اسے چونک کر دیکھا ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پہ حیرت کے آثار نظر آئے مگر وہ خاموش رہا۔

عمران تیزی سے چلتا ہوا بجائے قہوہ خانے سے باہر جانے کے ہال کے ایک کونے میں پڑی ہوئی خالی میز پہ بیٹھتے ہی قریب موجود ایک بیرے کو قہوہ لے آنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر اس نے ایک چھوٹا سا بٹن جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالا اور پھر سر کھجانے کے بہانے اس نے وہ بٹن اپنے کان میں منتقل کر دیا۔ یہ اس ٹرانسمیٹر کا رسیور تھا جو وہ بجلی کی میز کے نیچے لگا آیا تھا۔ اُسے اچھے نظر آ گئے تھے۔ اور اب وہ ہر قیمت پر بلیک فیدر تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ ایک پلان بھی مرتب کر چکا تھا چنانچہ اسی پلان کے تحت وہ قہوہ خانے میں سے جانے کی بجائے وہیں جم گیا۔

کیپٹن شکیل اور صفدر ایک ہی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کے ذمے فی الحال شہر میں گھومنے اور مشکوک افراد کو چیک کرنے کی ڈیوٹی لگائی تھی اس لئے وہ آج صبح سے شہر میں گھومتے پھر رہے تھے انداز ایسا تھا جیسے وہ شہر کی سیر کرنے نکلے ہوں مگر ان کی تیز نظریں ہر شخص کا جائزہ لے رہی تھی۔ مگر اب تک کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا۔ جسے وہ مشکوک کہہ سکتے۔ ان کا جائزہ بدستور جاری تھا۔ اس وقت وہ شہر کے مصروف ترین بازار سے گزر رہے تھے۔ یہاں عالی شان دکانوں کے ساتھ ساتھ قہوے خانے بھی موجود تھے

”یہیں بیٹھ کے ایک ایک پیالی قہوہ پی لیں پھر آگے بڑھیں گے“ صفدر نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے چلو سامنے ہی قہوہ خانہ ہے وہیں چلتے ہیں“ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے قہوہ خانے میں داخل ہو گئے۔ ہال میں داخل ہو کر وہ دروازے کے قریب ہی ایک خالی میز پر جم گئے۔ ویٹر نے ان کے بیٹھتے ہی قہوے کی دو پیالیاں ان کے سامنے لا کر رکھ دیں۔ کیونکہ

قہوہ خانوں میں سوائے قہوے کے اور کوئی چیز فروخت نہیں کی جاتی تھی اس لئے ویٹر کو پوچھنے کا تکلف نہیں کرنا پڑتا تھا۔ صفدر نے پیالی اٹھا کر منہ سے لگائی مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اس کی نظریں کاؤنٹر کے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص پر پڑی تھیں جو بڑی خاموشی سے بیٹھا قہوہ پی رہا تھا۔

"کیا بات ہے" ——— کیپٹن شکیل نے اسے چونکتا دیکھ کر پوچھا۔

"مجھے ایک مشکوک آدمی نظر آیا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کسی کیس میں اس سے واسطہ پڑ چکا ہے" صفدر نے دبے لہجے میں کہا۔

"کہاں بیٹھا ہے ———" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"کاؤنٹر کے قریب دوسری میز پر ———" صفدر نے قہوہ کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے بڑے اطمینان بھرے انداز میں ہال کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی طرف اچٹتی نظروں سے دیکھا اور پھر قہوے کی پیالی اٹھا کر منہ سے لگائی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو صفدر یہ شخص میک اپ میں ہے" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"میک اپ میں نہیں میں نے اسے اسی شکل میں ہی دیکھا تھا" صفدر نے چونک کر جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے اس نے کسی دوسرے شخص کا میک اپ کیا ہوا ہو۔ بہر حال یہ ہے میک اپ میں۔ تم اس کی کنپٹی کے قریب غور سے دیکھو" کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمہاری نظریں بہت تیز ہیں" صفدر نے تحسین آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایسی بات نہیں بس اچانک میری نظر پڑ گئی تھی" کیپٹن شکیل نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہر حال یہ بات طے ہے کہ یہ آدمی مشکوک ہے چاہے یہ ہمارے کام کا ثابت ہو یا نہیں" صفدر نے کہا۔

"ہاں اور میرے خیال میں یہ کسی کا انتظار کر رہا ہے" کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر کوئی جواب دیتا وہ شخص اپنی جگہ سے تیزی سے اٹھا اس نے میز پر پیالی کے نیچے ایک نوٹ رکھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس کے باہر نکلتے ہی صفدر نے کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا اور انہوں نے آخری گھونٹ لیا۔ اور پھر صفدر نے جیب سے نوٹ نکال کر قریب کھڑے ویٹر کے ہاتھ میں تھمایا اور وہ دونوں قہوہ خانے سے باہر نکل آئے انہیں خطرہ تھا کہ باہر ہجوم میں کہیں وہ اسے گم نہ کر بیٹھیں۔

مگر وہ دوسرے لمحے ٹھٹھک گئے کیونکہ انہوں نے اسے ایک طرف کھڑی سیاہ کار میں بیٹھتے دیکھ لیا تھا۔

"صفدر تم علیحدہ ٹیکسی میں اس کا پیچھا کرو میں علیحدہ تاکہ یہ نکل نہ سکے" کیپٹن شکیل نے کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ اور پھر وہ دونوں تیزی سے قریب ہی موجود ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھ گئے۔

صفدر نے ٹیکسی لی اور پھر ڈرائیور کے ہاتھ میں ایک بڑا سا نوٹ تھماتے ہوئے اسے کار کے پیچھے چلنے کے لئے کہا۔

"کیا گھپلا ہے" ——— ڈرائیور نے مشکوک نظروں سے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اپنے کرائے سے مطلب رکھو کرایہ دوگنا دوں گا" صفدر نے خشک

لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے ٹھیک ہے"۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے نوٹ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیاہ کار کے پیچھے تھے۔ سیاہ کار تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ چلانے والا اکیلا تھا۔ پھر کار اگلے چوک سے دائیں طرف مڑ گئی۔ یہ سڑک ائیرپورٹ کی طرف مڑتی تھی صفدر چونک پڑا۔

"ہوشیاری سے تعاقب کرنا"۔۔۔۔ صفدر نے ڈرائیور کو تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو"۔۔۔۔ ڈرائیور نے خشک لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر آگے جانے کے بعد صفدر نے دیکھا کہ اب سڑک پر صرف تین گاڑیاں رہ گئی تھیں۔ آگے وہ سیاہ کار تھی اس کے پیچھے صفدر کی ٹیکسی اور صفدر کی ٹیکسی سے خاصے فاصلے پر پیچھے ایک اور ٹیکسی تھی ظاہر ہے یہ ٹیکسی کیپٹن شکیل کی ہی ہو سکتی تھی۔

ائیرپورٹ ابھی خاصا دور تھا اور سیاہ کار کا رخ سیدھا ائیرپورٹ کی طرف ہی تھا۔ سیاہ کار کا ڈرائیور انتہائی اطمینان سے کار چلا رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بیک مرر میں اسے اپنے پیچھے آتی ہوئی ٹیکسی دکھائی تو دے رہی ہو گی۔

تھوڑی دیر بعد ائیرپورٹ قریب آگیا۔ مگر سیاہ کار کی رفتار آہستہ ہونے کی بجائے کچھ اور تیز ہو گئی۔

"یہ تو زرد پہاڑ کی طرف جا رہا ہے"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اسے ائیرپورٹ سے آگے بڑھتے دیکھ کر کہا۔

"زرد پہاڑ کیا یہ شہر کا نام ہے"۔۔۔۔ صفدر نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں سرخ پہاڑوں کے درمیان میں قدرت کا ایک عجوبہ زرد پہاڑ ہے۔ مگر وہاں تک کچی سڑک ہے اور علاقہ سنسان ہے میں ادھر نہیں جا سکتا"۔ ڈرائیور نے جو اب تک ائیرپورٹ سے کافی آگے بڑھ آیا تھا، گاڑی کی سپیڈ کم کرتے ہوئے کہا۔ اور صفدر نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر لیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور ریوالور کا دستہ پوری قوت سے ٹیکسی ڈرائیور کے سر پر مارا۔ اسی لمحے صفدر نے سٹیرنگ سنبھال لیا۔ اور ڈرائیور کو ساتھ والی سیٹ پر گھسیٹ کر پھینک دیا۔ ڈرائیور ایک ہی ضرب میں ہاتھ پیر چھوڑ چکا تھا۔ کار ایک بار پھر تیزی سے لہرائی مگر دوسرے لمحے صفدر ڈرائیور کی سیٹ سنبھال چکا تھا۔ اس نے ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھا دی پھر اس نے بیک مرر میں دیکھا تو کیپٹن شکیل کی ٹیکسی خاصی نزدیک آ چکی تھی۔ صفدر نے ٹیکسی ایک سائیڈ پر روک دی اور پھر باہر نکل کر پچھلی ٹیکسی کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ مگر دوسرا لمحہ صفدر پر بے حد گراں گزرا۔ کیونکہ پیچھے سے آتی ہوئی ٹیکسی کی کھڑکی سے ایک ہاتھ باہر نکلا اور صفدر کو ایسے محسوس ہوا۔ جیسے اس کے سینے میں موٹی سی گرم سلاخ اترتی چلی گئی ہو۔ اس نے جھٹکا کھایا۔ اور دوسرے لمحے اس کے ذہن پر تاریکیاں چھاتی چلی گئیں۔ اور صفدر دھڑام سے ٹیکسی کے قریب گر گیا۔

کمرے میں گھنٹی کی تیز آواز گونجی اور نقاب پوش نے چونک کر سامنے رکھی ہوئی فائل بند کر دی یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں سامنے دیواروں پر چھوٹی بڑی کئی سکرینیں فٹ تھیں اور میز جس کے پیچھے وہ نقاب پوش بیٹھا تھا۔ اس کی سائیڈوں کی ٹاپ پر مختلف رنگوں کے بٹنوں کی قطاریں فٹ تھیں۔ نقاب پوش نے چونک کر سامنے کی طرف دیکھا درمیان میں موجود ایک چھوٹی سکرین کے اوپر لگا ہوا بلب تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ اس نے میز کی ٹاپ پر لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سیٹی کی آواز اور جلتا بجھتا ہوا بلب بند ہو گیا۔ البتہ سکرین روشن ہو گئی سکرین پر چند لمحے تو آڑھی ترچھی لکیریں بنتی بگڑتی رہیں پھر اس پر ایک بلڈاگ کی شکل والے انسان کی شکل ابھر آئی۔ اس کی آنکھوں پر گہری سرخی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے ہوں۔

"کراس باس! بلیک فیدر الیون سپیکنگ" نوجوان کے منہ سے آواز نکلی۔

یس نمبر الیون رپورٹ ——— کراس باس نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

" مقامی غنڈے بجلی نے ایک آدمی کی نشاندہی کی تھی کہ اُسے ہمارے مشن

سے متعلق علم ہے۔ چنانچہ میں نے فوری ایکشن لیا۔ اور اس وقت [illegible] ہیڈ کوارٹر پہنچ چکا ہے۔" دوسری طرف سے نمبر الیون نے قدرے تفصیل [illegible]

" تفصیلات بتلاؤ" ——— کراس باس نے اس بات سے زیادہ تیز لہجے میں کہا۔

" باس ہم نے آپ کی ہدایت پر چھوٹے کاموں کے لئے یہاں کے [illegible] بااثر غنڈے بجلی سے بات کی۔ ابھی بات چیت چل رہی تھی کہ [illegible] ہم سے رابطہ قائم کر کے ہمیں بتلایا کہ ہم ادھر اس سے بات کر [illegible] دوسرے لوگوں سے بھی جس پر میں نے اس کی بات کی تردید کر دی [illegible] ایک اجنبی کے آنے' اس سے ملنے کی تفصیلات بتلاتے ہوئے [illegible] جو اس اجنبی غنڈے نے ہمارے مشن کے متعلق بتلایا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمارے مشن سے اچھی طرح واقف ہے پھر اس اجنبی غنڈے کی بدقسمتی کہ [illegible] سے ملنے کے بعد اسی کے قہوہ خانے میں بیٹھ گیا۔ چنانچہ میں نے فوری ایکشن لیا اور نمبر ۱۶ کے آدمیوں نے اُسے اُسی قہوہ خانے سے اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا اس کے یہاں پہنچنے پر میں آپ کو مطلع کر رہا ہوں" نمبر الیون نے مکمل تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

" یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارا مشن آؤٹ ہو جائے۔ ضرور کوئی گھپلا ہے" کراس باس نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

اس کی کڑی نگرانی کرو میں وہیں آرہا ہوں،" کراس باس نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

" باس ایک اور اہم اطلاع بھی ہے" نمبر الیون نے جلدی سے کہا۔

"کیا اطلاع ہے۔ جلدی بتلاؤ" ـــ کراس باس ایک بار پھر چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں پریشانی کی جھلکیاں اُمڈ آئی تھیں۔

"سر نمبر نائین ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں نمبر سکس کو کور کرنے کیلئے مین چوک پر موجود تھا۔ نمبر سکس جب قہوہ خانے سے باہر نکلا تو اس کے پیچھے دو نوجوان بھی باہر آ گئے۔ انہوں نے ایک لمحے کے لئے نمبر سکس کو کار میں بیٹھتا دیکھا اور پھر وہ دونوں دو مختلف ٹیکسیوں کی طرف بڑھ گئے۔ اِن میں سے ایک نمبر نائین کی ٹیکسی کی طرف آ گیا اور اُسے ڈبل معاوضہ دے کر اس نے اپنے ساتھی کی ٹیکسی کا تعاقب کرنے کا کہا۔ جب کہ نمبر نائین کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اِس کے ساتھی کی ٹیکسی نمبر سکس کی کار کا تعاقب کر رہی ہے۔ چنانچہ وہ آگے پیچھے چل دیئے ایئرپورٹ روڈ پر نمبر نائین نے ہیلیم گیس کی مدد سے اُسے بے ہوش کر دیا۔ اِدھر اس کے ساتھی نے ایئرپورٹ سے آگے اپنے ٹیکسی ڈرائیور کو بے ہوش کر کے ٹیکسی کا کنٹرول سنبھال لیا۔ پھر وہ ٹیکسی سے باہر نکل کر شاید اپنے ساتھی کو ساتھ لینا چاہتا تھا کہ نمبر نائین نے اس پر پن فائر کیا پن اس کے بازو میں لگی اور وہ وہیں ٹیکسی کے قریب ہی گر گیا۔ نمبر نائین ان دونوں کو لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچ چکا ہے" نمبر الیون نے مکمل تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ کیا پراسرار چکر چل گیا ہے یہ کون لوگ ہیں جو ہماری تنظیم کے پیچھے لگ گئے ہیں" کراس باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے نمبر الیون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ دونوں کس کمرے میں ہیں"

"نمبر نائین میں جناب" نمبر الیون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی وہاں آتا ہوں تم نمبر ون اور ٹو کو میرے پاس

بھیج دو" کراس باس نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس نے بٹن بند کر کے سکرین آف کر دی۔ اس کی آنکھوں سے شدید الجھن نمایاں تھی۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد تیز سیٹی سے کمرہ ایک بار پھر گونج اٹھا۔ اس بار دروازے کے اوپر لگا ہوا بلب جل بجھ رہا تھا کراس باس نے میز کے کنارے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور دروازے سے دو نوجوان اندر داخل ہوئے۔ اِن کے اندر آتے ہی دروازہ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔

"بیٹھو" ـــ کراس باس نے میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ دونوں مؤدبانہ انداز میں کرسیوں پر بیٹھ گئے"

"نمبر وَن اور ٹو میں نے تم دونوں کو یہاں اِس لئے بلایا ہے کہ اب مشن کی تکمیل کا وقت قریب آ گیا ہے اور ہمارے تمام انتظامات مکمل ہیں مگر آج کے واقعات سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی تنظیم ہماری راہ پر لگ چکی ہے جسے نہ صرف ہمارے مشن کے متعلق اچھی طرح علم ہے بلکہ وہ ہمارے ممبرز کو بھی ٹریس کور ـــــــ کر چکے ہیں۔ ایسا ہماری تنظیم کی زندگی میں پہلی بار ہوا ہے۔ اور مجھے اس سلسلے میں بے حد تشویش ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں فوری اقدام کرنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عین وقت پر کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے" کراس باس نے تشویش سے پر لہجے میں کہا۔

باس آپ کی بات بالکل درست ہے۔ مگر سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارا پیچھا کرنے والے کون لوگ ہیں۔ ان کا کیا حدود اربعہ ہے۔ وہ کس حد تک ہمارے مشن کے متعلق جانتے ہیں۔ اس کے بعد ہی ہم کوئی قدم

کر سکتے ہیں" نمبر ون نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ہمارے مخالفوں کے تین آدمی اس وقت ہمارے قبضے میں ہیں ہم باآسانی ان سے سب کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ" کراس باس نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی وہ دونوں اٹھے اور پھر کراس باس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبایا اور دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ مگر دوسرے لمحے وہ حیرت سے اچھل پڑے کیونکہ ایک نقاب پوش اچھل کر اندر آ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔

" خبردار اگر حرکت کی"۔۔۔۔ نقاب پوش کے لہجے میں درندوں کی سی کرختگی تھی۔

" دوسری طرف منہ کر لو"۔۔۔۔ نقاب پوش نے دوسرا حکم دیا۔ اور وہ دوسری طرف مڑنے لگے۔ کراس باس نے مڑتے ہوئے میز کے قریب ابھری ہوئی ایک جگہ پہ پیر رکھ کر دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں ہی اچانک فرش پر گر پڑے کمرے میں مشین گن کی گولیاں چلنے کے دھماکے کے ساتھ ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اور دوسرے لمحے جب وہ تینوں اچھل کر سیدھے ہوئے تو نقاب پوش کمرے سے غائب تھا۔ اس کی مشین گن سے نکلی ہوئی گولیوں نے سامنے کی دیوار چھلنی کر دی۔ اگر وہ تینوں اچانک نیچے نہ گر پڑتے تو یقیناً گولیوں کا شکار بن جاتے۔ دراصل ہوا یہ کہ جیسے ہی کراس باس نے ابھری ہوئی جگہ کو پیر سے دبایا ٹھیک اس جگہ خلا بن گیا۔ جہاں وہ نقاب پوش کھڑا تھا۔ ظاہر ہے نقاب پوش اس خلا میں گر چکا تھا۔ گرتے وقت اضطراری طور پر اس نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا تھا۔ چونکہ وہ تینوں یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ گرتے وقت گولیاں

چلنے کا امکان ہے۔ اس لئے وہ تینوں نیچے گر پڑے تھے [illegible] کے اس فعل نے ان کی جانیں بچا لی تھیں۔

" میرے ساتھ آؤ"۔۔۔۔ کراس باس نے اٹھتے ہی بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے ان دونوں سے کہا۔ اور وہ دونوں بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔

ٹائیگر بھی عمران کے ساتھ ہی کوہستان آیا تھا اور عمران نے اس کے ذمے اپنی نگرانی کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ جس وقت عمران کو قہوہ خانے میں بے ہوش کر کے اغوا کیا جا رہا تھا تو ٹائیگر وہاں موجود تھا چنانچہ جب قہوہ خانے میں جھگڑا ہوا تو ٹائیگر نے عمران کو پہلے ہی حملے میں بے ہوش ہوتے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ عمران جان بوجھ کر دشمنوں کو ایسا موقع دے رہا ہے۔ اس نے اس کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا کہ وہ سیدھا مجرموں کی کار کی طرف دوڑا۔ کار اس وقت خالی تھی اور قدرے اندھیرے میں کھڑی تھی۔ اس لئے وہ باآسانی اس کی ڈگی میں سما گیا۔ چند لمحوں بعد ہی عمران کو اٹھا کر اس کار میں ڈال دیا گیا اور تین حملہ آوروں کے سوار ہوتے ہی کار چل پڑی۔ ٹائیگر بڑے اطمینان سے ڈگی میں سمٹا ہوا ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ مختلف سڑکوں پر سے ہوتے ہوئے وہ ایئر پورٹ کی طرف جانے لگے

اور پھر ائیر پورٹ کراس کر کے وہ آگے بڑھ گئے۔ یہ انتہائی سنسان علاقہ تھا۔ ہر طرف خشک اور بنجر پہاڑ تھے۔ جس میں بل کھاتی ہوئی کچی سڑک آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد کار ایک پہاڑ کے دامن میں رک گئی۔ ایک آدمی نیچے اترا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک پتھر کو مخصوص انداز میں ہلایا۔ دوسرے لمحے ایک چٹان اپنی جگہ سے سرکتی چلی گئی۔ اب ایک سڑک نیچے کی طرف جا رہی تھی کار اس سرنگ میں داخل ہو گئی۔ اور چٹان دوبارہ مل گئی۔ ٹائیگر نے کار کی ڈگی کو انگلی کے سہارے بند ہونے سے روکا ہوا تھا اور جھری میں سے وہ اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا تہہ خانہ تھا۔ جسے پہاڑ کو کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس کے اندر مختلف کمرے بنے ہوئے تھے۔ کار ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے جا کر رک گئی۔ کار رکتے ہی وہ تینوں باہر نکلے اور پھر بے ہوش شیران کو کاندھے پر ڈال کر وہ عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی ٹائیگر تیزی سے باہر آیا اور پھر بجائے دروازے کی طرف جانے کے عمارت کے پچھلی طرف رینگ گیا۔ تہہ خانے کے اندر کسی قسم کے پہرے کا بندوبست نہیں تھا۔ شاید مجرموں کو اس تہہ خانے میں کسی غیر آدمی کے داخلے کے امکان کا تصور تک نہیں تھا۔

ٹائیگر تیزی سے دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا عمارت کی پشت کی طرف پہنچ گیا۔ مگر پشت کی طرف سپاٹ دیوار تھی۔ نہ ہی کوئی روشندان تھا اور نہ کھڑکی۔ ٹائیگر نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا پھر اس نے قمیض کے اندر ہاتھ ڈالا دوسرے لمحے ایک پتلی سی نائیلون کی رسی کا گچھا اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے اس کا ایک سرا پکڑا اور دوسرا سرا جس کے کنارے پر ہک لگا ہوا تھا۔ اس نے اوپر چھت کی طرف اچھال دیا۔ پہلی ہی کوشش کامیاب ہو گئی ہک چھت کی منڈیر میں اٹک گیا۔ ٹائیگر نے ایک لمحے کے لئے رسی کو جھٹکا دے کر اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا۔

اور پھر وہ اس کے سہارے بندر کی سی پھرتی سے اوپر چھت کی طرف چڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ چھت پر موجود تھا۔ اس نے رسی لپیٹ کر دوبارہ کمر میں باندھی اور پھر رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ حتی الامکان احتیاط کر رہا تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ وہ اس وقت ایک لحاظ سے مجرموں کی گرفت میں ہے اور مجرم یقیناً اتنے مضبوط کہ انہوں نے زیر زمین اڈہ بنایا ہوا ہے۔ رینگتا رینگتا وہ چھت کے دوسرے کنارے تک چلا گیا۔ مگر اس کی توقع کے مطابق اوپر آنے کے لئے کوئی سیڑھی موجود نہیں تھی سپاٹ سی چھت تھی۔ البتہ دوسری طرف اس عمارت کا دروازہ تھا۔ اور جب اس نے منڈیر سے نیچے جھانکا تو اس وقت دروازہ کھلا ہوا تھا اور ادھر ادھر کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا دوسرے لمحے اس نے خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے جیب سے نقاب نکال کر چہرے پر چڑھائی اور منڈیر کو پکڑا اور پھر قلابازی کھا کر وہ نیچے لٹک گیا ہلکا سا دھماکہ ہوا اور وہ پنجوں کے بل اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر انتہائی احتیاط سے وہ دروازے کے اندر رینگ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جو اس وقت خالی تھا۔ البتہ سامنے ایک اور دروازہ تھا۔ ابھی وہ دروازے کے قریب ہی تھا کہ اچانک ایک نوجوان تیزی سے دوسری طرف سے بڑھ آیا اور چونکہ اس وقت ٹائیگر کے لئے چھپنے یا ہٹنے کا کوئی موقع باقی نہیں رہا تھا اس لئے اس نے پیش قدمی کر دی اور ایک لمحے سے بھی کم مدت میں اس نے جھپٹ کر نوجوان کی گردن پکڑ لی۔ نوجوان اس اچانک اور خلاف توقع حملے سے یکدم گھبرا گیا اس لئے وہ چند لمحوں کے لئے اپنا دفاع ہی نہ کر سکا۔ اور انہی لمحوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ٹائیگر نے پیش قدمی کی تھی چنانچہ اس نے مخصوص انداز میں اپنے دونوں بازوؤں کو جھٹکا دیا۔ اور آنے والے کی گردن سے کڑاکے کی آواز نکلی اور نوجوان نے ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ ٹائیگر نے آہستہ سے جسم کو

اُسے دروازے کے پیچھے ڈال دیا۔ اور اس کی کمر سے لٹکی ہوئی مشین گن اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی اور آگے بڑھ گیا۔

دوسرے دروازے سے گذر کر وہ ایک راہداری میں تھا وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا راہداری میں بڑھتا چلا گیا۔ اس راہداری کے عین درمیان میں صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ جو لوہے کا بنا ہوا تھا اور دروازے کے باہر سرخ رنگ کا ایک بلب جل رہا تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ مجرموں کا خاص کمرہ ہے چنانچہ اس نے جھک کر کی ہول میں جھانکا اور پھر اُسے اندر دو آدمیوں کی ٹانگیں نظر آئیں جو کرسیوں پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے بھی کوئی آدمی بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ میز کی سطح پہ بے شمار بٹنوں کی قطاریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ ٹائیگر ایک طویل سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کمرے میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ وہ جلد از جلد کسی نہ کسی ذریعے سے عمران تک پہنچنا چاہتا تھا اور چونکہ اُسے علم تھا کہ اس وقت وہ مجرموں کے اڈے میں ہے۔ اِس لئے کسی بھی وقت اِن سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔ اس نے سوچا کہ مشین گن کی نال کی ہول سے لگا کر فائر کھول دے اس کے بعد جو ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا کہ اچانک دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا اور ٹائیگر اضطراری طور پر اچھل کر کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔

"خبردار ــــ! اگر کسی نے حرکت کی،" ٹائیگر نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور کمرے میں موجود تینوں افراد جن میں سے ایک نقاب پوش تھا۔ اُسے یوں اچانک اندر آتے دیکھ کر حیرت سے گم صم رہ گئے۔

"دوسری طرف منہ کر لو"

ٹائیگر نے دوسرا حکم دیا۔ اور وہ اس کے حکم تعمیل کرتے ہوئے وہ تینوں

مڑنے لگے۔ پھر جیسے ہی وہ تینوں مڑے اچانک ٹائیگر کے پیروں تلے سے زمین غائب ہو گئی گو اِس اضطراری کیفیت پر ٹریگر دب گیا تھا [illegible] مشین گن سے فائر تو ضرور ہوئے مگر ٹائیگر کہیں نیچے تحت الثریٰ [illegible] گرتا چلا گیا پھر ایک زوردار دھماکے سے وہ نیچے گر پڑا۔ مخصوص تربیت کی وجہ سے [illegible] چونکہ اپنے اوسان بحال رکھے تھے اس لئے فرش پہ گرتے ہی وہ تیزی سے [illegible] سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اُسے گو چوٹیں تو آئیں تھیں مگر کم۔ مشین گن ابھی [illegible] جب اس کے ہوش ٹھیک ہوئے تو وہ ایک بار پھر اچھل پڑا کیونکہ اس [illegible] کمرے میں اُسے تین آدمی ایک طرف کھڑے نظر آئے وہ تینوں حیرت سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ اِن میں سے ایک عمران تھا۔ دوسرے دو کے متعلق [illegible] سے نہیں پہچانتا تھا مگر اِن کے ڈیل ڈول دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ صفدر اور کیپٹن شکیل ہیں۔

"کون ہو تم" ــــ عمران نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"آپ کا دوست"

ٹائیگر نے مخصوص لہجے میں کہا وہ سمجھ گیا کہ عمران اِن دونوں کے سامنے شناسائی نہیں چاہتا یا اگر عمران کو اس کے متعلق کوئی شک ہو گا تو اس کی آواز سن کر دور ہو گیا ہو گا۔

"تو تم آسمان سے کیسے ٹپک پڑے کیا اس دنیا میں ابھی ابھی آ رہے ہو" عمران نے مخصوص مزاحیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں میں فرشتوں کی گرفت سے بھاگ کر آیا ہوں" فرشتے بھی پیچھے پیچھے ہیں۔

اِس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا۔ اچانک کمرے کا دروازہ ایک دھماکے

سے کھلا اور ایک نقاب پوش اور تین دیگر آدمی ہاتھوں میں ریوالور پکڑے اندر داخل ہوئے اور پھر کمرے میں بجلی سی کود گئی عمران نے اچانک قریب کھڑے ٹائیگر کے ہاتھ سے سٹین گن لے لی اور پھر اس سے پہلے کہ آنے والے ریوالور کے ٹریگر دباتے عمران نے سٹین گن کا دھانہ کھول دیا۔ گولیوں کے دھماکوں سے کمرہ گونج اٹھا اور پہلے ہی ہلے میں تین افراد ڈھیر ہو گئے جب کہ تیسرا جو نقاب لگائے ہوئے تھا اچھل کر باہر نکل گیا۔ عمران بھی اس کے پیچھے لپکا۔ مگر باہر نکل کر وہ رک گیا۔ کیونکہ سامنے راہداری تھی جس کا اکلوتا دروازہ اسی لمحے بند ہوا تھا۔ صفدر، کیپٹن شکیل اور ٹائیگر بھی باہر نکل آئے اب وہ اس گیلری میں بند تھے۔ عمران نے دروازے پر سٹین گن سے فائر کئے مگر گولیاں سٹیل کے مضبوط دروازے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑیں۔ اب وہ پھنس گئے تھے وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ہر طرف سپاٹ دیواریں تھیں۔ صرف وہی ایک سا کمرہ تھا۔ ابھی عمران کا ریڈی میڈ ذہن وہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا کہ کمرے کے اندر ایک دھماکے سے کوئی چیز چھت کی طرف سے آکر گری اس سے پہلے کہ وہ چونک کر دیکھتے وہ چیز جو بم نما تھی ایک ہلکے سے دھماکے سے پھٹ گئی اور اس میں سے سفید سا دھواں نکل کر تیزی سے کمرے اور راہداری میں پھیلنے لگا۔ عمران سمجھ گیا کہ مجرموں نے بے ہوش کرنے والی گیس کا بم پھینکا ہے۔

"راہداری کے پرلے کونے میں سمٹ آؤ اور سانس بند کر لو" عمران نے کہا۔

وہ تینوں تیزی سے دوڑتے ہوئے راہداری کے دوسرے کونے کیطرف بڑھ گئے دھواں آہستہ آہستہ پوری راہداری میں پھیلتا چلا جا رہا تھا مگر اب دھواں کے بڑھنے کی رفتار ہلکی پڑ گئی تھی۔ عمران کو امید ہو گئی کہ راہداری کے دوسرے

کونے تک آتے آتے دھوئیں کے اثرات کم ہو جائیں گے مگر اب راہداری کے اس کونے پر جدھر وہ دروازہ اور کمرہ تھا اتنا کثیف دھواں پھیل گیا تھا کہ دروازہ انہیں نظر نہیں آ رہا تھا اسی لمحے عمران کو احساس ہوا کہ دروازہ کھلا ہے پھر اسے اڑتی ہوئی کوئی چیز راہداری کے عین درمیان میں گرتی ہوئی دکھائی دی۔

پلک جھپکنے سے بھی کم عرصے میں وہ چیز جو گیس کا بم تھی پھٹ گئی اور اس میں سے سفید رنگ کا گاڑھا دھواں نکلنے لگا اب ان کا اس گیس سے بچنا محال تھا۔

دھوئیں کے اثرات اب انہیں محسوس ہونے لگ گئے تھے پھر سب سے پہلے ٹائیگر گرا۔ اس کے بعد صفدر اور پھر کیپٹن شکیل فرش پر گرے کیپٹن شکیل کے گرتے ہی عمران بھی لہراتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سٹین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر ایک طرف جا گری۔

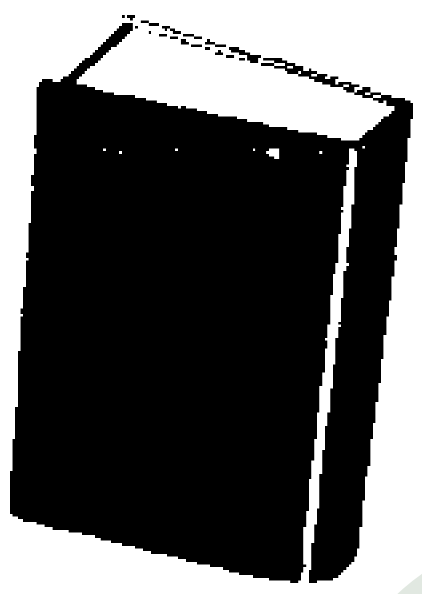

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اوور" دوسری طرف سے چیف باس کی دھاڑ سنائی دی۔

"باس میں درست کہہ رہا ہوں ہم نے بڑی مشکلوں سے انہیں بے ہوش

کیا ہے۔ نمبر ون، ٹو اور تھری مین ان کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں اوور" کراس باس نے ہکلا ہکلا کر جواب دیا۔ اس کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا اور لہجے سے گھبراہٹ نمایاں تھی۔

"ہوں اس کا مطلب ہے کہ اب بلیک فیدر تنظیم ناکارہ ہو چکی ہے۔ مجھے اس سلسلے میں نئے سرے سے غور کرنا پڑے گا اوور" دوسری طرف سے چیف باس کی غراہٹ آمیز آواز سنائی دی۔

"باس میں صرف آپ کی وجہ سے خاموش رہا ورنہ میں ان تینوں کو فوری ہلاک کر دیتا اوور" کراس باس نے قدرے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"کراس" دوسری طرف سے چیف باس شیر کی طرح گرجا "تم شاید عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے ہو اگر تم ان تینوں کو گولی مار دیتے تو یقین کرو میں سب سے پہلے تمہیں گولی مارتا۔ تم انہیں قتل کر کے تمام کلیو ختم کر دیتے۔ اب ہم ان کے ذریعے ان کے دوسرے ساتھیوں تک پہنچ جائیں گے اوور"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں باس اب آپ جیسا حکم دیں اوور" کراس باس نے بوکھلاتے ہوئے جواب دیا۔

"مشن کی پوزیشن بتلاؤ اوور" چیف باس نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"باس سب تیاریاں مکمل ہیں۔ وزیراعظم پاکیشیا کو اس وقت گولی ماردی جائے گی جب وہ گارڈ آف آنر کا معائنہ کر رہا ہو گا۔ اگر اس وقت مشن کامیاب نہ ہوا تو پھر اسے اس ہوٹل میں گولی مارنے کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ جہاں وہ ٹھہرے گا۔ اگر وہاں بھی ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو اسے آرٹ کلب میں گولی ماردی جائے گی جس کا معائنہ اس کے پروگرام میں شامل ہے اوور"

کراس باس نے مشن کی تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب یہ تم نے تینوں اسپاٹ بہت اچھے چنے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم پہلے ہی حملے میں کامیاب رہیں گے اوور" چیف باس نے اس بار قدرے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"یس باس آپ بے فکر رہیں ہم نے پہلے ہی حملے کا پروگرام اس قدر منظم طور پر ترتیب دیا ہے کہ اس کی ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دیگر دو اسپاٹ تو صرف حفظ ماتقدم کے طور پر چنے گئے ہیں اوور" کراس باس نے چیف باس کا لہجہ قدرے نرم پاکر قدرے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"مگر یہ ان لوگوں کا مسئلہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ نجانے کیسے ہمارا کلیو مل گیا ہے۔ اور پھر یہ کون لوگ ہیں۔ کیونکہ کوہستان کی سیکرٹ سروس اور انٹیلی جنس تو اس قابل نہیں کہ ہمارے متعلق سوچ بھی سکیں اوور" چیف باس نے سوچنے کے انداز میں کہا۔

"باس میرے ذہن میں ایک نظریہ ہے مگر ہو سکتا ہے کہ وہ غلط ہو اوور" کراس باس نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کھل کر بات کرو۔ اس موقع پر ہمیں ہر پہلو کو مدنظر رکھنا چاہیے اوور" چیف باس نے قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"باس میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں یہ لوگ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ اور اپنے وزیراعظم کے حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں کوہستان نہ آئے ہوں اوور" کراس باس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس بات کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ اچھا میں اس کا ریکارڈ چیک کر لوں۔ میں آدھے گھنٹے بعد تمہیں پھر لنک کروں گا۔ اس وقت تک قیدیوں کی حفاظت کرنا۔ اوور اینڈ آل"

چیف باس نے جواب دیا اور پھر سلسلہ ختم ہو گیا۔ کراس باس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا اور پھر پیشانی پر آیا ہوا پسینہ پونچھنے لگا۔ اور کچھ سوچتا رہا اور پھر میز کے کنارے پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی دیوار کے کونے پر لگی ہوئی ایک چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر چند لمحوں تک ٹیڑھی ترچھی لکیریں نظر آتی رہیں پھر اس پر ایک چھوٹے سے کمرے کا منظر ابھر آیا۔ مگر دوسرے لمحے کراس باس بری طرح اچھل پڑا۔ جیسے کرسی میں کرنٹ آ گیا ہو۔ وہ سکرین کو اس طرح گھور رہا تھا۔ جیسے کوئی عجوبہ دیکھ رہا ہو۔ یہ اس کمرے کا منظر تھا جہاں وہ تینوں قیدیوں کو بے ہوش کر کے رکھا گیا تھا۔ مگر اس وقت کمرہ خالی تھا۔ کراس باس کا چہرہ غصے، خوف اور پریشانی کی زیادتی کی وجہ سے مسخ ہو کر رہ گیا۔ اس نے تیزی سے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔

جیسے ہی کمرے کا دروازہ بند ہوا عمران نے آنکھیں کھول دیں اور تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے قریب ہی ٹائیگر، صفدر اور کیپٹن شکیل بے ہوش پڑے تھے۔ اور ان کی حالت سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ابھی چار پانچ گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آتے۔ عمران جانتا تھا کہ ہیلم گیس انتہائی زود اثر ہوتی ہے [illegible] کے پھیپھڑوں میں پہنچ چکی تھی۔ اس لحاظ سے ان کا سات آٹھ گھنٹے سے پہلے ہوش میں آنا ناممکن تھا۔ عمران نے کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی آنکھیں اس لئے کھول دی تھیں کہ وہ سرے سے بے ہوش ہی نہیں ہوا تھا اس نے گیس پھیلتے ہی اپنا سانس روک لیا تھا اور اسے آدھا آدھا گھنٹے تک سانس روکے رکھنے کی مشق تھی۔ اس تربیت نے کئی موقعوں پر اس کی جان بچائی تھی۔ وہ اسے روزانہ اس کی پریکٹس کرتا تھا۔ یہ طریقہ اس نے ایک ہندو یوگی سے سیکھا تھا جس سے اس کی ملاقات ایک کیس کے دوران ہوئی تھی۔ مگر صفدر، ٹائیگر اور کیپٹن شکیل چونکہ چند منٹ سے زیادہ سانس روکنے کی برداشت نہیں رکھتے تھے اس لئے وہ واقعی بے ہوش تھے۔ عمران چاہتا تو جس وقت انہیں [illegible] تھا

کوئی چکر چلا دیتا کیونکہ اس وقت لے جانے والے اس سے بے خبر اور لاپرواہ تھے مگر اس طرح اِس کے ساتھی پھنس جاتے چنانچہ وہ خاموشی سے اِن کے ساتھ ہی اس کمرے تک چلا آیا تھا چونکہ لے آنے والوں کو یقین تھا کہ وہ پانچ چھ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آتے اس لئے انہوں نے انہیں باندھنے کا تکلف ہی نہ کیا۔

عمران نے اِدھر اُدھر دیکھا یہ ایک چھوٹا کمرہ تھا جس میں صرف ایک ہی دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا۔ اس کے علاوہ نہ ہی اس میں کوئی روشندان تھا اور نہ ہی کوئی کھڑکی صرف چھت پر ایک تیز روشنی کرنے والا بلب ضرور موجود تھا۔

عمران نے سوچا کہ سب سے پہلے وہ اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لے آئے کیونکہ اس کے نظریے کے مطابق اس وقت وہ انتہائی خطرناک پوزیشن میں پھنسے ہوئے تھے عمران اور اس کے سب ساتھی مجرموں کی قید میں تھے اور مجرم اپنے مشن کو مکمل کرنے کے لئے آزاد تھے نجانے مجرموں کے کتنے ساتھی شہر میں پھیلے ہوئے ہوں اور انہوں نے وزیراعظم کو قتل کرنے کے لئے کیا پلان مرتب کر رکھا ہو اس لئے یہاں سے نکلنا سب سے پہلی بات تھی اور اُسے یہ بھی علم تھا کہ چونکہ اس نے اِن کے دو ساتھی ہلاک کر دیئے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ مجرم کوئی فوری ایکشن لیتے ہوئے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لے آنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ سب سے پہلے اس نے ٹائیگر کو ہوشیار کرنا شروع کر دیا۔ مجرموں نے پہلے ہی ٹائیگر کا نقاب اتار دیا تھا عمران جانتا تھا کہ اس قسم کے بے ہوش افراد کو کیسے ہوش میں لایا جا سکتا ہے چنانچہ اس نے ٹائیگر کا ناک ایک ہاتھ سے دبایا اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں ٹائیگر

کا جسم تڑپنے لگا اور پھر جیسے عمران نے ہاتھ ہٹائے ٹائیگر ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اُسے زبردست چھینک آئی۔ اس نے آنکھیں کھول دی تھیں گو بیہوشی کے اثرات کی وجہ سے اس کے دماغ پر غنودگی طاری تھی مگر چھینک نے کسی حد تک اسے ہوشیار کر دیا تھا اسی لمحے عمران نے ایک اور حرکت کی اس نے ٹائیگر کی ناک پکڑ کر اس کے گال پر طمانچہ جڑ دیا۔ اور ٹائیگر کے دماغ سے غنودگی یکلخت غائب ہو گئی اب وہ مکمل طور پر ہوش میں تھا۔

"باس" عمران کو دیکھتے ہی اس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"باس کے بچے تمہیں میں نے یہی تربیت دی تھی کہ پاگلوں کی طرح ایکشن کر کے سامنے آجاؤ۔ اگر تم اڈے پر پہنچ ہی گئے تھے تو تمہاری پہلی کوشش یہ ہونی چاہیئے تھی کہ تم یہاں کے کسی آدمی کا میک اپ کر لو" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری باس مجھ سے غلطی ہو گئی واقعی مجھے ایسا کرنا چاہیئے تھا" ٹائیگر نے شرمندہ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے پاس ایمرجنسی میک اپ باکس ہے" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں ہے میں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہوں" ٹائیگر نے قمیض کے اندر ہاتھ ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب تم ایسا کرو کہ کسی طرح اِن میں سے کسی کو اغوا کر کے یہاں لے آؤ۔ اور اس کا میک اپ کر لو۔ ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے تاکہ باہر کے حالات سنبھال سکیں۔ وزیراعظم کے یہاں آنے میں اب صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں" عمران نے اُسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"مگر باس یہاں سے نکلنا" ٹائیگر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”کیا تم بالکل ہی عقل سے پیدل ہو چکے ہو۔ کیا میں نے تمہیں تالے کھولنے کی مخصوص تربیت نہیں دی تھی۔ اٹھو تم دروازہ کھولنے کی کوشش کرو میں انہیں ہوش میں سے آتا ہوں۔ سب کام انتہائی پھرتی اور تیزی سے ہونا چاہیئے نجانے کس وقت مجرم سر پہ آجائیں۔“

عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا تیزی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ عمران صفدر اور کیپٹن شکیل کو ہوش میں لانے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا۔

ٹائیگر نے دروازے سے قریب جا کر غور سے اس کے لاک کی ساخت کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی کیونکہ وہ اس قسم کا تالا بآسانی کھول سکتا تھا اس نے جھک کر اپنے بوٹ کا تسمہ کھولا اور پھر تسمے کے ایک سرے پر لگے ہوئے کلپ کو زور سے دبایا کلپ میں سے دائیں بائیں ایک اور پن باہر نکل آئی اس نے اس پن کو ایک سرے سے دبا کر وہ کلپ تالے کے سوراخ میں ڈال دیا اور پھر جیسے ہی اس نے ہاتھ ہٹایا کلپ دوبارہ باہر نکل آئی اب تسمے کا کلپ تالے کے اندر پھنس گیا ٹائیگر نے تیزی سے تسمے کو مروڑنا شروع کر دیا۔ اس کو اچھی طرح مروڑ کر اس نے اسے مخصوص انداز میں بائیں طرف جھٹکا دیا۔ اور دوسرے لمحے ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی تالہ کھل چکا تھا۔ ٹائیگر نے تیزی سے تسمے کو جھٹکے دے کر باہر نکالا۔ اور پھر انتہائی پھرتی سے اسے دوبارہ بوٹ میں ڈال کر کس دیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کر اسے احتیاط سے دبایا۔ دوسرے لمحے سٹیل کا بنا ہوا دروازہ کھلتا چلا گیا۔

ادھر عمران اس دوران کیپٹن شکیل اور صفدر کو ہوش میں لانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ ٹائیگر نے انتہائی احتیاط سے دروازہ کھولا اور پھر اس نے سر باہر نکال کر جھانکا دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے سر اندر کر لیا۔ اور دروازے کو آہستہ سے دوبارہ بند کر دیا۔ مگر اس نے اتنی احتیاط ضرور رکھی تھی کہ دروازہ پوری طرح بند نہ ہو۔ کیونکہ اسے دوبارہ تالہ لگ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ سر باہر نکالتے ہی اس نے ایک نوجوان کو دیکھا تھا جو مشین گن ہاتھ میں پکڑے وہاں پہرہ دے رہا تھا۔ اور اس وقت وہ ٹہلتا ہوا چند قدم آگے بڑھ گیا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ واپس لوٹے گا۔ ہو پھر اسے قدموں کی چاپ اپنی طرف سنائی دی۔ وہ چوکنا کھڑا ہو گیا۔ پھر جیسے ہی قدموں کی چاپ دروازے کے سامنے پہنچی۔ ٹائیگر نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا دوسرے لمحے اس نے نوجوان کو ایک جھٹکے سے اندر گھسیٹ لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ پہریدار کچھ سمجھتا عمران نے اسے چھاپ لیا اور عمران کے گھٹنے تلے آکر نوجوان بے بس ہو گیا۔ اس کی آنکھیں باہر ابلنے لگیں۔ گو نوجوان تن و توش میں خاصا جسیم تھا مگر اس وقت وہ بے خبری میں مار کھا گیا تھا۔

”بولو کیا نام ہے تمہارا ورنہ ابھی ایک جھٹکے سے ہڈیاں توڑ دوں گا“ عمران نے درندوں کے سے لہجے میں کہا اس کے لہجے میں اتنی وحشت تھی کہ نوجوان کی آنکھوں میں یکدم خوف کی جھلکیاں ابھر آئیں۔

”مم ——— مم ——— میرا نمبر ٹونٹی ہے“ نوجوان نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے“

عمران نے جواب دیا اور پھر اس کا دایاں ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت

میں آیا اور اس کی ہتھیلی کا وار نوجوان کی گردن پہ پڑا اور کڑک کی آواز ابھرا اور نوجوان نے گردن ڈال دی وہ ختم ہو چکا تھا عمران تیزی سے اس کے جسم سے اٹھ گیا۔

"اس کا میک اپ کرو اور اس کی آواز اور نمبر تم نے سن ہی لیا ہے" عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

ٹائیگر نے بغیر کوئی جواب دیئے قمیض کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک چپٹا سا باکس نکال لیا۔ یہ باکس بالکل پتلا سا تھا اور چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ چمڑہ بالکل سکن کلر کا تھا اس لئے جسم کے ساتھ بندھے ہونے کے باوجود پہلی نظر میں اسکی موجودگی کا شک نہیں ہو سکتا تھا۔ ٹائیگر نے باکس کھول کر سامنے رکھا اور اس میں سے ٹیوبز نکال کر کریم مکس کرنے لگا۔ عمران نے اس کے ہاتھ سے ٹیوبز لیں اور پھر اس کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے چلنے شروع ہو گئے۔ اور پھر ٹائیگر کے نقوش تیزی سے بدلتے چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد ٹائیگر کا چہرہ اور بال ہو اس مردہ نوجوان کے چہرے اور بالوں کے عین مطابق ہو گئے۔ اب اسے دیکھ کر کوئی نہیں پہنچان سکتا تھا کہ وہ اس نوجوان سے علیحدہ کوئی شخص ہے۔

"تم اس کا لباس تبدیل کر کے اپنا لباس اسے پہنا دو اور اس کا لباس خود پہن لو" عمران نے اس نوجوان کے چہرے پر میک اپ کرنا شروع کر دیا وہ انتہائی پھرتی اور تیزی سے کام کر رہا تھا۔ پھر جب تک ٹائیگر نے لباس بدلا عمران اس نوجوان کو ٹائیگر کا روپ دے چکا تھا۔ اب ٹائیگر زمین پہ مردہ پڑا تھا اور وہ اس نوجوان کے روپ میں ٹائیگر کے سامنے کھڑا تھا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل خاموشی سے بیٹھے یہ سب تماشہ دیکھ رہے تھے

"چلو کیپٹن شکیل اسے اٹھا کر کاندھے پر ڈالو اور باہر نکلو" عمران نے حکمانہ انداز میں کہا۔

پھر وہ سب پھرتی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کیپٹن شکیل نے مردہ نوجوان اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ وہ تینوں کمرے سے باہر نکل آئے دروازے ے باہر عمران نے اچانک ٹائیگر کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور ٹائیگر کسی تنکے کی طرح قلابازی کھاتا ہوا فرش پہ جا گرا۔ اسی لمحے عمران نے ہاتھ میں پکڑی مشین گن کا دستہ ٹائیگر کے سر پہ مار دیا۔ اور ٹائیگر دو چار لمحے اتھ پیر جھٹک کر بے ہوش ہو گیا اور اس کے سر پر ایک [illegible] ابھر آیا تھا۔

"چلو اب یہ صحیح قدرتی حالت میں انہیں ملے گا" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تینوں تیزی سے راہداری کے بائیں حصے کی طرف مڑنے لگے جدھر ایک دروازہ انہیں نظر آ رہا تھا۔

کراس باس نے جیسے ہی کمرہ خالی دیکھا وہ پاگل سا ہو گیا۔ اس
تیزی سے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیے اور پھر پوری عمارت میں تیز الا
گو بجنے لگے۔ کراس باس نے میز کے کنارے ٹکی ہوئی شین گن اٹھائی ا
پھر جھپٹ کر دروازے سے باہر نکل آیا۔

الارم بجنے کی وجہ سے پوری عمارت میں بھگدڑ سی مچ گئی تھی۔ تین م
افراد ہاتھوں میں شین گن پکڑے اس کے کمرے کی طرف دوڑے چلے آ
تھے اچانک الارم بجنے سے وہ بوکھلائے ہوئے تھے انہیں علم ہی نہیں
کس قسم کا خطرہ پیش آگیا ہے۔

"دونوں قیدی کمرے سے نکل گئے ہیں وہ عمارت سے باہر نہ نکلنے
پائیں" کراس باس نے چیخ کر کمرے کی طرف آنے والوں سے کہا اور وا
بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر دوڑنے لگے۔

کراس باس راہداری سے گذر کر ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا اور کا
اس نے ایک بٹن دبایا جو درحقیقت ایک چھوٹی سی لفٹ تھی تیزی سے او

چڑھنے لگی۔ چند لمحوں بعد لفٹ رک گئی۔ اور وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ سامنے ایک بڑا کمرہ تھا جس کے باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دی اور وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

"باس انہیں ہم نے چیک کر لیا ہے ان میں سے ایک کو انہوں نے کاندھے پر ڈالا ہوا ہے۔ وہ ستونوں کی آڑ میں ہیں" ایک نوجوان نے کراس باس سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ سب بھی مختلف چیزوں کی آڑ لے کر بے تحاشا ستونوں کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ کبھی کبھی اکا ڈکا گولی دوسری طرف سے اِدھر آ جاتی تھی۔

"انہیں گھیرنے کی کوشش کرو یہ بیرونی دروازے تک نہ پہنچنے پائیں" کراس باس نے چیخ کر اپنے قریب ہی چھپے ہوئے نوجوان سے کہا۔ وہ حکم سنتے ہی رینگتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ پھر چند لمحوں بعد فائرنگ کی شدت میں کمی آ گئی۔ اب صرف دو تین شین گنیں دھماکے کر رہی تھیں جب کہ باقی خاموش ہو گئی تھیں۔ شاید وہ باس کے حکم کے مطابق انہیں گھیرنے کے لئے رینگتے ہوئے اِدھر اُدھر نکلنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اب ستونوں کی آڑ سے بھی فائرنگ رک گئی تھی۔ بیرونی طرف مکمل اندھیرا چھایا ہوا تھا کیونکہ برآمدے میں لگے ہوئے تمام بلب پہلے ہی توڑ دیئے گئے تھے چند لمحوں بعد اچانک ستونوں کی مخالف سمت سے بھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور کراس باس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی اُسے اطمینان ہو گیا کہ قیدیوں کو اب مکمل طور پر گھیرا جا چکا ہے۔ اب وہ بچ کر نہیں نکل سکتے پھر اچانک دونوں طرف سے بلیک فیدر کے ممبرز فائرنگ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ستونوں کی طرف بڑھنے لگے۔ کراس باس البتہ اب وہاں

کی اوٹ میں اطمینان سے کھڑا تھا کیونکہ اُسے یقین تھا کہ چند لمحوں بعد قیدی زندہ یا مردہ اس کے سامنے ہوں گے۔ پھر بلیک فیدرز ستونوں کے قریب پہنچ گئے۔ اور پھر اچانک فائرنگ یوں رک گئی جیسے کوئی چلتی ہوئی مشین اچانک رک جائے۔ وہاں ایک گمبھیر خاموشی چھا گئی۔

"باس صرف ایک قیدی مردہ حالت میں پڑا ہوا ہے باقی غائب ہیں" ایک نوجوان کی آواز گونجی۔ اور کراس باس بری طرح اچھل پڑا۔ وہ بھاگتا ہوا ستونوں کی طرف بڑھا اور پھر اس کے وہاں پہنچنے تک دو تین ٹارچیں جل اٹھی تھیں۔ ایک ستون کی آڑ میں ایک قیدی زمین پر پڑا تھا اس کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو رہا تھا جب کہ باقی قیدی غائب تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے انہیں زمین کھا گئی ہو۔ کیونکہ بظاہر وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

"یہ وہ نقاب پوش ہے جو کمرے میں داخل ہوا تھا" ایک نے مردہ قیدی کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

"پوری عمارت میں پھیل جاؤ" کراس باس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"اور تم دونوں میرے ساتھ آؤ" اُس نے دو نوجوانوں کو اشارہ کیا۔ اور پھر وہ انہیں لئے دائیں طرف بھاگ پڑا۔ اس کا رُخ بیرونی دروازے کی طرف تھا۔ جلد ہی عمارت سے نکل کر وہ بیرونی دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ بیرونی دروازہ بدستور بند تھا۔ کراس باس اور اس کے ساتھیوں نے مختلف جگہوں کی آڑ لے لی اور چوکنے ہو کر بیٹھ گئے کراس باس کو اطمینان تھا کہ قیدی ابھی تک عمارت میں موجود ہیں۔ اور ظاہر ہے وہاں سے نکل کر وہ کہیں نہیں جا سکتے۔ اگر وہ بھاگ سکتے تھے تو صرف بیرونی دروازے کے ذریعے جب کہ وہ بند تھا۔

مگر تھوڑی دیر بعد اُسے دور سے آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کے ساتھی تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بھاگتے چلے آ رہے تھے۔ سب کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں۔

"باس پوری عمارت خالی پڑی ہے۔ کہیں بھی کوئی شخص نہیں ہے" ساتھیوں میں سے ایک نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"چھتیں چیک کریں ہیں" ——— کراس باس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"یس باس ہم نے عمارت اور اس کے کمپاؤنڈ کا کونا کونا چھان مارا ہے۔ نمبر ٹونٹی قیدیوں کے کمرے کے سامنے بے ہوش پڑا ہے" ایک نوجوان نے قدرے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

اور کراس باس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اپنی بوٹیاں نوچ لے۔ یا پھر سب کو گولی مار کر خودکشی کر لے۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر قیدی کہاں غائب ہو گئے جب کہ بیرونی دروازہ بند تھا۔ کیا وہ جن تھے کہ اچانک نظروں سے غائب ہو گئے۔ وہ ایک لمحہ سوچتا رہا پھر اُسے اچانک ایک خیال آیا۔ اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"بیرونی دروازہ کھولو شاید وہ باہر نہ نکل گئے ہوں"

دوسرے لمحے اس کے ساتھیوں نے جھپٹ کر دروازے کے بائیں جانب دیوار کی جڑ کو ایک مخصوص جگہ سے دبایا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اب سڑک باہر جا رہی تھی دوسرا لمحہ ان سب کے لئے حیرت انگیز ثابت ہوا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا اچانک عمارت کے سامنے کھڑی ہوئی سیاہ رنگ کی کار کا انجن جاگ اٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے کار جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور دوسرے لمحے وہ آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتی ان کے قریب سے گذرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

”فائر ...... فائر ......“

کراس باس نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھیوں نے بوکھلا کر کار پر فائر کر دی۔ مگر گولیاں سڑک سے ٹکرا کر رہ گئیں کیونکہ کار سرنگ پار کر کے اوپر سڑک پر پہنچ چکی تھی۔

”اس کا پیچھا کرو فوراً۔ ائیر پورٹ سے پہلے اسے ہر قیمت پر روکو“

کراس باس نے چیخ کر کہا اور چند افراد بجلی کی سی تیزی سے عمارت کے سامنے کھڑی ہوئی دو کاروں کی طرف دوڑ پڑے چند لمحوں بعد دونوں کاریں تیز رفتاری سے آگے پیچھے دوڑتی ہوئیں سرنگ کراس کر گئیں۔

کراس باس بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا اس نے ڈھیلے لہجے میں دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ قیدی ان سب کی نظروں میں دھول جھونک ان کے سامنے ہی فرار ہو گئے تھے۔ اور غصہ اسے اس بات پر آ رہا تھا کہ قیدیوں کے فرار کے لئے دروازہ بھی اس نے خود کھلوایا تھا۔

میز کے پیچھے ایک انتہائی لحیم شحیم انسان سرخ رنگ [illegible] ہوئے بیٹھا تھا۔ نقاب میں سے اس کی آنکھیں اس طرح [illegible] چمک رہی تھیں جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹنا ہی چاہتا ہو۔ [illegible] وقت شدید غصے میں تھا اس سے قریب ہی ایک کرسی پر کراس [illegible] جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ گو اس کے چہرے پر نقاب موجود تھا مگر اس [illegible] سے خجالت اور شرمندگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

سامنے سترہ نوجوان دیوار کے ساتھ قطار بنائے کھڑے تھے [illegible] کے چہروں پر نقاب موجود تھا جن پر ناک کی جگہ سیاہ رنگ کے پر موجود تھے

”نمبر بیس قیدیوں کے کمرے کے سامنے تمہاری ڈیوٹی تھی“ چیف باس نے قطار کے آخر میں کھڑے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا اس کے لہجے میں درندوں کی سی غراہٹ تھی۔

”یس باس“ نمبر بیس نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”پھر وہ کیوں نکل گئے“ چیف باس بری طرح دھاڑا۔

”انہوں نے اچانک دروازہ کھول کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ پھر اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا انہوں نے میرے ہاتھ سے مشین گن چھین کر میرے سر پر مار دی“۔ نمبر بیس نے انتہائی خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔ کمرے میں گھمبیر خاموشی طاری تھی ہر شخص کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ نمبر بیس کی زندگی کے لمحات تھوڑے رہ گئے ہیں۔

”نمبر بیس کے ذمہ مشن کے لئے کیا ڈیوٹی ہے“، چیف باس نے اچانک کراس باس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ ہیڈ کوارٹر میں رہے گا“ کراس باس نے جواب دیا۔

”اس کو واپس بھیج دو۔ مشن کے بعد اس کے متعلق فیصلہ کیا جائیگا۔ میں اس قسم کی کوتاہیوں کو برداشت نہیں کر سکتا“، چیف باس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

باس ہمارے پاس ممبرز پہلے ہی کم رہ گئے ہیں اس لئے اگر آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی .... کراس باس نے ابھی فقرہ مکمل نہیں کیا تھا کہ چیف باس نے اُسے ٹوک دیا۔

”شٹ اپ جو میں کہہ رہا ہوں اس کی تعمیل کی جائے“۔

”بہتر باس“

کراس باس نے کہا اور پھر اس نے دوسرے ممبرز کو اشارہ کیا اور دو ممبر نمبر بیس کو لے کر کمرے سے باہر چلے گئے۔

”تم سب جاؤ اور اپنی ڈیوٹیاں سنبھال لو اور دوسرے احکامات کا انتظار کرو“

چیف باس نے باقی ممبرز سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سب دروازے سے باہر نکل گئے۔

آخری آدمی کے جانے کے بعد جب دروازہ بند ہو گیا تو چیف باس نے کراس باس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کراس باس تم جانتے ہو کہ مجھے یہاں کیوں آنا پڑا“ چیف باس کا لہجہ قدرے نرم تھا۔

”میں کیا بتا سکتا ہوں“، کراس باس نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

بات یہ ہے کہ تمہارے نظرئیے کے مطابق جب میں نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل چیک کی تو حیرت انگیز انکشافات ہوئے۔ اس ملک میں سیکرٹ سروس کا سربراہ ایکسٹو کہلاتا ہے۔ وہ انتہائی پُراسرار شخصیت کا مالک ہے۔ اور آج تک کوئی مجرم اس کے ہاتھوں سے نہیں بچ سکا۔ ہماری تنظیم تو قاتلوں کی ہے ہمارے ممبرز تو جاسوسی کے داؤ پیچ نہیں جانتے .... لیکن زبردست جاسوسی تنظیمیں جس کا پوری دنیا میں ہوا بیٹھا ہوا تھا اس کے ہاتھوں اپنی گردنیں تڑوا بیٹھیں۔ اس کے علاوہ اس ملک میں ایک اور شخص کا بڑا چرچا ہے اس کا نام علی عمران ہے۔ بظاہر وہ انتہائی احمق اور معصوم شخص معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ انتہائی چالاک عیار اور ذہین شخص ہے۔ اِن دونوں کی وجہ سے جو بھی مجرم اِن کے ملک کا رُخ کرتے ہیں بالآخر لاشوں میں ہی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایکسٹو کو ہمارے مشن کا سراغ مل گیا ہے جبھی وہ کوہستان میں ہمارے مقابلے پر اتر آیا ہے۔ میرے نظرئیے کو تقویت اس بات سے ملتی ہے کہ ابھی پاکیشیا کا وزیراعظم کوہستان تک پہنچا ہی نہیں ہمارے مشن کا آغاز بھی نہیں ہوا۔ اور کچھ لوگ نہ صرف

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے باس"

"پھر اب ابھی ابھی کئے گئے فیصلے پر عملدرآمد فوری ہونا چاہیئے ورنہ ہم نقصان اٹھائیں گے۔ چلو اٹھو" چیف باس نے کہا اور پھر وہ دونوں کمرے سے باہر آ گئے۔

چیف باس تو اسی وقت کار میں سوار ہو کر چلا گیا جب کہ کراس باس نے تمام ممبرز کو اکٹھا کر کے انہیں اچھی طرح چیک کیا کہ کہیں کوئی ممبر جعلی تو نہیں ہے اطمینان ہونے پر انہیں تفصیل سے ہدایات دیں ، اور پھر ایک ایک کر کے وہ سب کوٹھی سے رخصت ہو گئے ۔

عمران کے چہرے پر چٹانوں کی سی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ بلیک فیدر تنظیم کے ممبران گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکے تھے اور آج دوپہر کو وزیر اعظم یہاں پہنچنے والے تھے عمران کو قطعاً کوئی علم نہیں تھا کہ مجرموں نے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے کیا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ چونکہ وزیر اعظم کے حفاظتی انتظامات کوہستان کی انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس کے ذمہ تھے اس لئے عمران ان میں مداخلت بھی نہیں کر سکتا تھا اور کوہستان کی سیکرٹ سروس اور انٹیلی جنس جس معیار کی تھی وہ بھی عمران اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے اس وقت

اس کا ذہن شدید الجھن کا شکار تھا۔ اس کے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ نہیں آ رہا تھا جس پر عمل کر کے وہ بلیک فیدر تنظیم کا مشن ناکام بنا دیتا۔ اب اس کے سوا اور کیا صورت تھی کہ وہ یہاں کی سیکرٹ سروس کے سربراہ سے ملاقات کر کے حفاظتی انتظامات کے متعلق معلوم کرتا اور پھر خود کوئی ایسا پلان بناتا جس سے وہ وزیر اعظم کی حفاظت کی طرف سے مطمئن ہو سکتا۔ چند لمحے سوچ بچار کے بعد آخر اس نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہیلو —— ! میں علی عمران بول رہا ہوں سر طارق سے بات کرائیے" عمران نے انتہائی باوقار لہجے میں مخاطب ہو کر کہا۔

"سر طارق مصروف ہیں جناب" دوسری طرف سے کوہستان سیکرٹ سروس کے سربراہ سر طارق کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا سپیشل نمائندہ بول رہا ہوں۔ بات کرائیے" عمران نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب ایک منٹ ہولڈ کیجئے۔"

پی اے نے اس بار بوکھلاتے ہوئے کہا اور پھر ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"ہیلو —— ! طارق سپیکنگ"

"علی عمران سپیکنگ فرام پاکیشیا سیکرٹ سروس آپ سے انتہائی ضروری بات کرنی ہے"۔ عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اوہ علی عمران کیا آپ کوہستان سے بات کر رہے ہیں" اس بار سر طارق کے لہجے میں بے حد اشتیاق تھا۔

"کوہستان سے نہیں سر طارق سے بات کر رہا ہوں" عمران کا ذہن اچانک پٹڑی سے اتر گیا۔

"اوہ میرا مطلب تھا کہ کیا آپ کوہستان میں موجود ہیں" سر طارق نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کو اعتراض ہو تو واپس چلا جاؤں" عمران نے بدستور پہلے والے لہجے میں جواب دیا۔

"ارے ارے نہیں بلکہ مجھے تو خود آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ میں نے آپ کی بہت تعریفیں سنی ہیں۔ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں" سر طارق نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ہوٹل لالہ زار میں" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے میرا آدمی آپ کو ابھی پک اپ کرے گا۔ مجھے تو آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا"

سر طارق نے جلدی سے جواب دیا اور عمران نے مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ اُسے قدرے اطمینان ہو گیا تھا کہ اب سر طارق اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اس طرح وہ اپنی مرضی سے حفاظتی اقدامات مرتب کرے گا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد اپنی چیکنگ کرانے کے بعد وہ سر طارق کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ سر طارق گنجے سر کے ادھیڑ عمر شخص تھے۔ آنکھوں سے ذہانت کے ساتھ ساتھ بربریت بھی نمایاں تھی۔ چہرے پر پڑی ہوئی آڑھی ترچھی لکیریں اس کے تجربہ کار ہونے کی دلیل تھیں۔

آپ سے مل کر بیحد خوشی ہوئی ہے یقین کیجئے مجھے آپ سے ملنے

کا بیحد اشتیاق تھا مگر ملکوں کے تعلقات راستے میں حائل تھے" سر طارق نے انتہائی خوش اخلاقی سے کہا۔

"کمال ہے لوگ تو تعلقات کی بنا پر ملتے ہیں آپ تعلقات ہونے کے باوجود ملنے سے قاصر تھے" عمران نے انتہائی معصومیت بھرے لہجے میں کہا۔

آپ کے متعلق جو کچھ سنا تھا بالکل درست ہے سر طارق نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

اچھا اب کچھ سنجیدگی سے باتیں ہو جائیں کیونکہ وقت بیحد کم ہے اور کام کا سلسلہ نجانے کہاں تک پھیلا ہوا ہے۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور شاید یہ عمران کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ خود دوسرے کو سنجیدگی کی تلقین کر رہا تھا۔

"میں آپ کا مقصد سمجھتا ہوں آپ قطعاً بے فکر رہیں ہم نے وزیر اعظم کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظامات کئے ہیں" سر طارق نے اس کی بات کا فوری جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کوئی تنظیم اس دورے کے دوران وزیر اعظم پر قاتلانہ حملہ کرے اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے آپ نے کیا حفاظتی اقدامات کئے ہیں" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میں نے اسی نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر تمام اقدامات کئے ہیں۔ اور آپ قطعاً بے فکر ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو مجرم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے" سر طارق نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"تو اس کا مطلب ہے میرا یہاں آنا فضول ہی ثابت ہوا ہے [illegible]

کر آیا تھا کہ کوہستان کی سیکرٹ سروس کے ساتھ مل کر حفاظتی اقدامات کے لئے تعاون کروں گا۔ ایکسٹو نے خصوصی طور پر مجھے بھیجا تھا۔ آپ کو ایکسٹو کا پیغام بھی مل چکا ہو گا" عمران نے قدرے افسردہ لہجے میں کہا۔

"مجھے پیغام مل گیا تھا۔ آپ افسردہ نہ ہوں وزیر اعظم کے دورے تک آپ اپنے ساتھیوں سمیت ہمارے ساتھ رہیں اور اگر آپ کسی قسم کے خصوصی اقدامات کرنا چاہیں یا حفاظتی انتظامات میں کوئی تبدیلی کرنا چاہیں تو کوہستانی سیکرٹ سروس آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرے گی" سر طارق نے انتہائی فراخ دلی سے کہا اور عمران دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ کیونکہ وہ بھی یہی چاہتا تھا مگر چونکہ براہِ راست ایسا کہنا وہ مناسب نہیں سمجھتا تھا اس لئے اس نے بالواسطہ بات کی تھی۔ اور اس کی توقع کے عین مطابق سر طارق نے وہی کچھ کہہ دیا جو وہ چاہتا تھا۔

آپ کی اس فراخ دلانہ پیشکش کے لئے میں مشکور ہوں آپ حفاظتی انتظامات کی تفصیلات سے مجھے آگاہ کریں گے۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں آؤ" سر طارق اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر وہ آگے پیچھے چلتے ہوئے دفتر سے ملحق ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئے سر طارق نے اس کا دروازہ بند کر کے اسے لاک کیا۔ اور پھر کمرے میں رکھی ہوئی الماری میں سے سرخ رنگ کی ایک فائل نکال کر عمران کے سامنے رکھ دی۔ عمران نے کرسی گھسیٹی اور پھر وہ فائل کے مطالعے میں غرق ہو گیا۔ سر طارق قریب بیٹھا خاموشی سے سگار پھونکتا رہا۔ اس کے لبوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔

کافی دیر بعد عمران نے سر اٹھایا تو اس کے چہرے پر تحسین کے آثار نمایاں تھے۔ واقعی سر طارق نے ایسے انتظامات کئے تھے کہ مجرموں کا داؤ لگانا ناممکن

تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ عمران یہ بھی جانتا تھا کہ حفاظت کا نقشہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پر عمل کرنیوالی ایجنسی کا تعاون بھی [illegible] ہے۔ کسی بھی جگہ پر معمولی سی کوتاہی مجرموں کے لئے سنہری موقع مہیا کر سکتی ہے۔

"واقعی آپ نے بیحد اچھے انتظامات کئے ہیں ان میں ترمیم مناسب نہیں ہے" عمران نے سر طارق سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں نے اپنی دانست میں ہر قسم کے انتظامات کر رکھے ہیں" سر طارق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا آپ ایسا کریں کہ مجھے اور میرے تین ساتھیوں کے لئے خصوصی اجازت نامے ایشو ——— کر دیں۔ تاکہ کسی بھی جگہ اگر ہمیں مداخلت کرنا پڑے تو آپ کی سروس ہمارے ساتھ تعاون کرے" عمران نے سر طارق سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی چار سپیشل اتھارٹی کارڈ ایشو کر دیتا ہوں" سر طارق نے جواب دیا۔ اور پھر وہ اٹھ کر دوبارہ پہلے والے دفتر میں آ گئے۔ سر طارق نے میز کی دراز سے چار کارڈ نکالے یہ کارڈ سفید رنگ کے تھے۔ ان کے درمیان میں سرخ رنگ کا کراس بنا ہوا تھا۔ سر طارق نے اس پر دستخط کئے اور پھر چاروں کارڈ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

یہ لیجئے اور ہاں وزیر اعظم آج شام پہنچنے والے ہیں۔ اگر آپ اس دوران مجھ سے رابطہ رکھیں تو ہو سکتا ہے کسی مرحلے پر آپ کو میرا مشترکہ ذہن کام آ جائے۔

مشترکہ ذہن تو شادی کے بعد بھی نہیں بنتا۔ بھلا میرا اور آپ کا ذہن کیسے مشترکہ ہو سکتا ہے۔

عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ اور سر طارق بے اختیار ہنس پڑے۔ پھر عمران سر طارق سے اجازت لے کر ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل آیا۔ عمارت سے باہر آ کر اس نے ٹیکسی لی۔ اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کو ہوٹل لالہ زار چلنے کے لئے کہا۔

سر طارق سے ملنے کے بعد گو اس کا ذہن کسی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ مگر اب بھی اس کے ذہن میں ایک کانٹا سا کھٹک رہا تھا۔ اُسے احساس تھا کہ کہیں نہ کہیں خرابی ضرور ہے مگر یہ خرابی اس کے لاشعور سے شعور میں منتقل نہیں ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے بڑی باریک بینی سے کمرے کا جائزہ لیا۔ مگر جلد ہی اُسے اطمینان ہو گیا کہ اس کی عدم موجودگی میں کوئی کمرے میں داخل نہیں ہوا چنانچہ دروازہ بند کر کے وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کی چابی کو مخصوص انداز میں دبا کر کھینچ لیا۔ اس کے ساتھ ہی ڈائل پر موجود بارہ کا ہندسہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ہیلو! عمران سپیکنگ کم آن دی لائن اوور" عمران نے گھڑی کا بٹن دباتے ہوئے کہا۔

اس کے فوراً بعد ہی گیارہ کا ہندسہ بھی جلنے بجھنے لگا۔ اور گھڑی میں سے باریک سی آواز سنائی دی۔

"یس صفدر سپیکنگ اوور"

"صفدر اس وقت تم کہاں موجود ہو اوور" عمران نے پوچھا۔

"میں اور کیپٹن شکیل ہوٹل شار میں موجود ہیں۔ اوور" صفدر نے دوسری طرف سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم پندرہ منٹ بعد اعظم چوک کے ٹیکسی سٹینڈ کے قریب پہنچو ہمیں اب ایکشن میں آ جانا چاہیئے میں وہاں تمہیں سپیشل اتھارٹی کارڈ دوں گا جس کے تحت ایمرجنسی کے وقت تم مقامی سیکرٹ سروس اور پولیس کا تعاون حاصل کر سکتے ہو اوور" عمران نے انتہائی سنجیدگی سے اس کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے ہم پہنچ جائیں گے۔ میں نمبر تھری زیرو میک اپ میں اور کیپٹن شکیل نمبر سکس ون میک اپ میں ہوں گے اوور" صفدر نے جواب دیا۔

"او کے اوور اینڈ آل"

عمران نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن کو کھینچ کر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس نے گھڑی سوئیوں میں مخصوص بندش پر سیٹ کر کے ایک بار پھر بٹن دبا۔ اور اس بار بارہ کا ہندسہ جلنے بجھنے لگا چند لمحوں بعد ہی گھڑی کے درمیان میں سبز رنگ کا نقطہ چمکنے لگا۔

"ہیلو! ہیلو! ٹائیگر سپیکنگ اوور" دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران سپیکنگ۔ تم ہوٹل لالہ زار پہنچ جاؤ۔ تمہیں میری نگرانی کرنی ہو گی ایمرجنسی کے لئے میں ایک کارڈ تمہاری جیب میں ڈال دوں گا۔ اس کارڈ کے ذریعے تم کوہستانی سیکرٹ سروس اور پولیس کا تعاون حاصل کر سکتے ہو" عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب! میں ابھی پہنچ رہا ہوں اوور" ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تم نے کوئی کار انگیج کر لی ہوگی اوور" عمران نے پوچھا۔

"یس باس آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے مضافاتی علاقے سے ایک کار چوری کر کے اس کی نمبر پلیٹیں بدل دی ہیں اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے دس منٹ بعد تم ہوٹل پہنچ جاؤ۔ اوور اینڈ آل" عمران نے کہا اور پھر بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد وہ اٹھا۔ اس نے میک اپ کیا اور لباس تبدیل کر کے وہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ ہر قسم کے اقدامات کے لئے پوری طرح چاق و بند تھا۔ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ہر قیمت پہ وزیر اعظم کے قریب رہے گا۔ اور اگر حملہ ہوا تو اس کے خلاف موقع پہ ہی جو ذہن میں آئے گا کرے گا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عمران کسی تنظیم کے مقابلے میں یوں اندھیرے میں تھا۔ حالانکہ وہ یہاں آیا اسی مقصد کے لئے تھا کہ وزیر اعظم کے دورے سے پہلے وہ تنظیم کی راہ پہ لگ جائے گا اور اس طرح وہ دورے سے پہلے ہی تنظیم کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ گو اس کی کوشش کامیاب بھی رہی مگر اب اچانک حالات ایسے ہو گئے تھے کہ وہ بدستور اندھیرے میں تھا۔ تنظیم کے ارکان زیر زمین چلے گئے تھے۔ مسئلہ یہ بھی تھا کہ یہ تنظیم قاتلوں پہ مشتمل تھی اس لئے انہوں نے اس وقت تک حرکت میں نہیں آنا تھا جب تک وہ اپنا مشن پورا کرنے کے لئے وار نہ کریں۔ اگر یہ تنظیم جاسوسوں کی ہوتی تو ظاہر ہے وہ پلان کی کامیابی کے لئے حرکت کرتے اور

اس طرح عمران کو ان کا کلیو ملتا رہتا۔ مگر اب مجرم لومڑی کی طرح اپنی پناہ گاہوں میں خاموشی سے دبکے ہوئے تھے اس لئے عمران بھی اندھیرے میں تھا۔ مجرموں نے وہ ہیڈ کوارٹر بھی چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد وہ کوٹھی بھی جہاں سے ٹائیگر فرار ہوا تھا اور عمران کے نقطہ نظر سے اس کی کامیابی اس وقت تک مشکوک تھی جب تک کہ تنظیم کا ایک بھی ممبر آزاد ہوتا۔

چنانچہ اب اس نے موقع محل پہ دفاعی اقدامات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اسے یہ بھی علم تھا کہ مجرموں کا مشن اتنا خطرناک ہے کہ معمولی سی کوتاہی بھی ناقابل تلافی نقصان کا موجب بن جاتی۔ اس لئے عمران ایک فی صد بھی رسک لینے کے لئے تیار نہیں تھا۔

کمرے سے نکل کر عمران ہوٹل کے ہال میں آیا۔ اس کی تیز نظریں اپنے گردوپیش کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں مگر اسے وہاں کوئی مشکوک چہرہ نظر نہیں آیا تھا۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا ہوٹل کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر وہ برآمدے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک لمحے کیلئے ادھر ادھر دیکھا اسی لمحے اس نے سامنے سفید ہلمین سے نکل کر ٹائیگر کو اپنی طرف بڑھتا دیکھا۔ ٹائیگر نے قریب آ کر جیب سے سگریٹ نکالا اور پھر یوں جیبوں میں ہاتھ مارنے لگا۔ جیسے ماچس تلاش کر رہا ہو۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ماچس کے ساتھ ہی سپیشل اتھارٹی کارڈ بھی ٹائیگر کے ہاتھ میں منتقل ہو گیا۔ ٹائیگر نے ماچس جلا کر سگریٹ سلگایا اور پھر ماچس واپس کر کے شکریہ ادا کرتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی خاموشی سے ہوا جیسے ہوا ہی نہ ہو۔ عمران چند لمحے مزید وہاں رکا اور پھر وہ تیزی سے پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گیٹ کے قریب

کھڑی ہوئی ایک سپورٹس کار پر اس کی نظریں ٹھہر گئیں وہ بڑے اطمینان سے کار کے قریب جا کر رک گیا اس نے جیب سے ماسٹر کی ——— ہاتھ ڈال کر نکالی اور پھر یوں اطمینان سے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ جیسے یہ کار اس کی ملکیت ہو۔ ظاہر ہے ماسٹر کی ——— اگنیشن میں لگتے ہی انجن جاگ اٹھا اور کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور گیٹ کراس کرتے ہوئے سڑک پر پہنچ گئی۔ عمران کا رُخ اعظم چوک کی طرف تھا عمران نے اپنے تعاقب کا خاص خیال رکھا۔ مگر ٹائیگر کی سفید بلیین کے علاوہ اُسے کوئی اور گاڑی نظر نہ آئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اعظم چوک پہنچ گیا اس نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر اسے لاک کر کے وہ ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ایک ستون کے نیچے اسے کیپٹن شکیل اور صفدر یوں کھڑے باتیں کرتے نظر آئے جیسے مدتوں بعد دو بچھڑے ہوئے دوست ملتے ہیں اور راستے میں ہی حال احوال کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عمران نے قریب گذرتے ہوئے کہا۔

سامنے اعظم قہوہ خانے میں ——— اور اسی طرح آگے بڑھتا چلا گیا۔ قہوہ خانے کی اکثر میزیں خالی تھیں۔ عمران نے ایک کونے کی ایک میز منتخب کی اور اطمینان سے بیٹھ گیا۔ ویٹر نے چند لمحوں بعد ہی قہوہ سرو کر دیا۔ پھر چند لمحوں بعد اسے صفدر اور کیپٹن شکیل قہوہ خانے میں داخل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ انہوں نے بھی عمران کے قریب کی میز منتخب کی۔ اور وہ دونوں وہاں بیٹھتے ہی بڑے زور شور سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔ ویٹر نے ان کے سامنے بھی قہوہ سرو کر دیا۔ اور وہ باتوں کے ساتھ ساتھ قہوے کی چسکیاں لینے میں مصروف ہو گئے۔ عمران نے پیالی ختم کر کے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک نوٹ نکالا اور پیالی کے نیچے رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

اب اس کا رخ بیرونی دروازے کی طرف ہی تھا۔ پھر جیسے ہی وہ [illegible] کیپٹن شکیل کی میز کے قریب سے گذرا تو وہ ایک لمحے کے لئے لڑکھڑا گیا۔ جیسے اچانک چکر آ گیا ہو۔ اس نے سہارا لینے کے لئے ہاتھ میز پر ٹکا دیا اسی لمحے اس کے منہ سے نکلا

"ایئر پورٹ"

اور پھر عمران سیدھا ہو کر آگے بڑھ گیا۔ میز پر جس جگہ عمران نے سہارا لینے کے لئے ہاتھ رکھا تھا اس کے ہاتھ اٹھاتے ہی صفدر نے وہاں ہاتھ رکھ دیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد اس کے ہاتھ میں دو چھوٹے چھوٹے کارڈ تھے۔ وہ دونوں ایک بار پھر باتیں کرنے اور قہوہ پینے میں مصروف ہو گئے قہوہ پی کر وہ اٹھے اور پھر ویٹر کو بل دے کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھے باہر نکل کر ایک کارڈ کیپٹن شکیل کی جیب میں منتقل ہو گیا۔ اور وہ دونوں [illegible] ٹیکسی سٹینڈ کے قریب موجود اپنی اپنی کاروں کی طرف بڑھ گئے۔ یہ [illegible] کی ہدایت پر انہوں نے گذشتہ روز ہی مضافاتی علاقوں سے [illegible] کی نمبر پلیٹیں وہ تبدیل کر چکے تھے اس لئے انہیں اطمینان تھا کہ [illegible] اتنی جلدی کاروں کا سراغ نہیں لگا سکے گی۔ پھر اب ترا تعاقب [illegible] جیبوں میں تھے اس لئے وہ مطمئن تھے۔ چند لمحوں بعد ان کی کاریں [illegible] کے پیچھے بھاگتی ہوئی ایئر پورٹ کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

"ہیلو! ہیلو! کراس باس سپیکنگ اوور" کار کے ڈیش بورڈ سے آواز ابھری۔

"یس نمبر سکس سپیکنگ اوور" کار چلانے والے نے ایک بٹن دباتے ہوئے کہا۔ اس وقت اس کی کار ایئرپورٹ سے ملحقہ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

"نمبر سکس! انتظامات کی کیا پوزیشن ہے۔ اوور" کراس باس کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"او۔ کے باس! ہم یقیناً پہلی کوشش میں کامیاب رہیں گے اوور" نمبر سکس نے اعتماد سے پر لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر سکس نمبر الیون کو ہدایات دے دو کہ سرخ رنگ کی سپورٹس کار میں ایک نوجوان ایئرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو گا۔ اُسے اغوا کر کے پوائنٹ نمبر تھری پر پہنچا دے۔ اگر گڑبڑ ہو تو گولی بھی مار سکتا ہے سفید ہلمن میں ایک اور نوجوان اس کے پیچھے ہے اس کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ سیاہ رنگ کی شیورلیٹ میں ایک اور نوجوان سبز ٹیوٹا میں ایک اور نوجوان

ہے۔ یہ چاروں نوجوان ایئرپورٹ کے احاطے میں کور کئے جا سکتے ہیں۔ ان سب کو فوری طور پر اغواء کر کے پوائنٹ تھری پر پہنچانا ہے۔ اوور" کراس باس نے احکامات دیتے ہوئے کہا۔

"مگر باس ان کی شناخت اوور" نمبر سکس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا

"نمبر الیون کے پاس گائیگر سکٹی سیون موجود ہے۔ وہ خود بخود کاشن دے گا۔ اوور" کراس باس نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے باس ٹھیک ہے۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ میں ابھی نمبر الیون کو ہدایات دے دیتا ہوں۔ اوور"

نمبر سکس نے اس بار اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا کیونکہ وہ گائیگر سکٹی سیون کی کارکردگی سے اچھی طرح واقف تھا۔

"اُسے یہ بھی ہدایت کر دو کہ یہ انتہائی اہم مشن ہے اگر یہ لوگ متوجہ ہوئے تو ہمارے مشن میں گڑبڑ ہو سکتی ہے اور ہاں پہلے حتی الامکان یہ کوشش کرنی ہے کہ چاروں اغواء ہو جائیں۔ ایمرجنسی کی صورت میں گولی مارنے کی بھی اجازت ہے اوور" کراس باس نے اُسے مزید ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے باس آپ مطمئن رہیں نمبر الیون ایسے کاموں میں ماہر ہے اوور" نمبر سکس نے کراس باس کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

"اوور اینڈ آل" کراس باس کی آواز سنائی دی اور رابطہ ختم ہو گیا۔

نمبر سکس نے ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے دو مختلف بٹن دبا دیئے اور

پھر نمبر الیون سے رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کراس باس کا پیغام اُسے منتقل کر دیا۔

پیغام منتقل کرنے کے بعد وہ ایئر پورٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی وزیراعظم کے جہاز کے آنے میں چھ گھنٹے رہتے تھے۔ اور چونکہ اس اہم مشن کا انچارج وہ خود تھا۔ اس لئے وہ خود ان چار افراد کے اغواء کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ کراس باس نے جس طرح اُسے ہدایات دی تھیں اس سے وہ سمجھ گیا تھا کہ ان افراد کا اغواء یا قتل انتہائی ضروری ہے۔ ورنہ ان کا مشن فیل ہو سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایئر پورٹ کے احاطے میں پہنچ گیا۔ گیٹ پہ سیکورٹی پولیس نے اسے روکا۔ مگر جیسے ہی جیب سے ایک کارڈ نکال کر دکھایا سیکورٹی پولیس نے گیٹ کھول دیا اور اس کی کار آگے بڑھ گئی۔ یہاں وسیع و عریض پارکنگ شیڈ بنا ہوا تھا جس میں اس وقت بھی سو سے زائد کاریں موجود تھیں اور ابھی کاروں کے آنے کا سلسلہ جاری تھا۔

نمبر سکس نے کار ایک مخصوص کونے میں روک دی اور پھر اس نے کار کے ڈیش بورڈ کے نچلے خانے میں ہاتھ ڈال کر ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے کار کے ڈائل کے اندر ایک چھوٹی سی سکرین فٹ تھی۔ یہ سکرین ایک نقطے کے برابر تھی۔ نمبر سکس نے ایک خانہ کھول کر اس میں سے مخصوص ساخت کی ایک عینک نکالی اور آنکھوں پر چڑھا لی۔ اب وہ نقطہ جتنی سکرین پھیل کر اٹھارہ انچ کی ہو گئی تھی۔ سکرین پر ایک سیاہ رنگ کی کار نظر آ رہی تھی جس میں نمبر الیون موجود تھا۔ کار پارکنگ شیڈ میں داخل ہوئی۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایک سپورٹس کار گیٹ میں داخل ہوئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نوجوان موجود تھا۔ اسی لمحے اس نے نمبر الیون کو چونکتے ہوئے دیکھا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ اس کا مطلوبہ شخص ہے

نمبر الیون نے ہاتھ بڑھا کر کار کے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

سپورٹس کار جس میں عمران موجود تھا۔ پارکنگ شیڈ میں رک گئی۔ اسی لمحے ایک شخص بجلی کی سی تیزی سے کار کی طرف بڑھا ابھی عمران کار کا دروازہ کھول رہا تھا کہ اس شخص نے قریب سے گذرتے ہوئے ایک چھوٹی سی گیند اندر پھینک دی اور پھر اسی رفتار سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمران چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اس کے جسم نے جھٹکا کھایا اور وہ وہیں ساکت ہو گیا۔

اس کی ایک ٹانگ کار سے باہر تھی اور دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ آگے بڑھنے والا شخص چند قدم دور جا کر تیزی سے پلٹا اور دوسرے لمحے وہ دوبارہ کار کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے عمران کو دوسری طرف دھکیلا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔ مگر اب بھی کار کا رُخ گیٹ کی طرف نہیں تھا بلکہ ایئر پورٹ کی پشت کی طرف تھا نمبر سکس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اُسے اب اطمینان ہو گیا تھا کہ چاروں افراد اغواء ہو جائیں گے اس نے عینک اتار کر دوبارہ خانے میں ڈالی اور پھر بٹن دبا کر سکرین آف کر دی۔ اب وہ نمبر الیون کی طرف سے فائنل کامیابی کی اطلاع کا منتظر تھا

عمران کے جسم نے جھٹکا کھایا اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس برآمد ہوئی کار سے نکلتے وقت اچانک اس کا پورا جسم مفلوج ہو گیا۔ تھا اسے معلوم تھا کہ اعصاب کو فوری طور پر مفلوج کرنے والی یہ گیس حال ہی میں ایجاد ہوئی ہے۔ چونکہ یہ سب اچانک ہوا تھا اس لئے وہ اس کا دفاع نہ کر سکا۔ اور نتیجتاً اُس کا سارا جسم مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ البتہ اس کا دماغ بیدار تھا۔ اس نے کچھ ہوتے دیکھا۔ مگر وہ چونکہ حرکت کرنے سے معذور تھا۔ اِس لئے وہ بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اُسے مفلوج کر دینے کے بعد ایئرپورٹ کی عمارت کی پشت پر سے ایک اور کار میں منتقل کیا گیا۔ اور پھر ایئرپورٹ سے ملحق ایک فوجی عمارت میں اُسے لایا گیا جہاں سے اُسے ایک تہہ خانے میں منتقل کر کے ایک کمرے میں زنجیروں سے اچھی طرح جکڑ دیا گیا تھا۔ زنجیریں اس انداز میں باندھی گئی تھیں کہ صحیح حالت میں آنے کے باوجود وہ حرکت کرنے سے معذور تھا۔ اس وقت وہ اس تہہ خانے میں اکیلا تھا۔ اور اس کا دماغ شدید طور پر الجھ گیا تھا۔ کیونکہ اُسے یہ بات نہیں

سمجھ آ رہی تھی کہ مجرموں نے اُسے ٹارگٹ کیسے بنا لیا وہ میک اپ میں تھا۔ اور سوائے ٹائیگر کے کوئی اس کا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ پھر مجرموں نے اُسے کیسے چیک کر لیا۔ ابھی وہ یہ بات سوچ رہا تھا کہ اچانک تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور اس کا ذہن بھک سے اُڑ گیا۔ کیونکہ چار آدمی کیپٹن شکیل اور صفدر کو اٹھائے اندر داخل ہوئے وہ بھی اسی حالت میں تھے۔ انہیں بھی اسی طرح زنجیروں سے باندھ دیا گیا تھا۔ اِن دونوں کی نظریں بھی عمران پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران سمجھتا تھا کہ ان کی بھی وہی حالت ہے۔ اِن کا دماغ بیدار تھا مگر جسم مفلوج۔

انہیں زنجیروں سے باندھنے کے بعد چار افراد خاموشی سے باہر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔ عمران کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں اُسے احساس تھا کہ پانچ گھنٹوں بعد وزیر اعظم پاکیشیا یہاں پہنچ جائیں گے اور وہ یہاں قید ہو کر رہ گئے ہیں۔ مجرموں نے انتہائی خطرناک وار کیا تھا۔ اب صرف ٹائیگر سے امید تھی جو ابھی تک باہر تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اچانک شکیل اور صفدر کے جسم نے جھٹکے کھائے اور پھر ان کے حلق سے بھی طویل سانسیں نکل آئیں۔

”عمران صاحب! یہ سب کیا ہے؟“ صفدر کی کھمبیر آواز سنائی دی۔

”صفدر حالات انتہائی نازک ہو چکے ہیں ہمیں ہر قیمت یہاں سے باہر نکلنا چاہیے“ عمران نے جواب دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ صفدر کوئی جواب دیتا۔ دروازہ ایک بار پھر کھلا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ دنیا کا چغد ترین انسان ہو۔ اس کا تمام کیا دھرا

بھاپ بن کر اڑ گیا تھا۔ اس بار دو آدمیوں نے ٹائیگر کو اٹھایا ہوا تھا اور پھر ٹائیگر کو بھی اسی طرح زنجیروں سے باندھ دیا گیا۔ ٹائیگر کو باندھنے کے بعد دونوں افراد باہر جانے کی بجائے دیواروں سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کاندھوں سے لٹکی ہوئی مشین گنیں اتار کر ہاتھوں میں پکڑ لیں۔ چند لمحوں بعد ایک لحیم شحیم آدمی جس نے چہرے پر نقاب لگائی ہوئی تھی اور نقاب کے عین ناک پر سیاہ رنگ کا پر بنا ہوا تھا اور کونے میں سرخ رنگ کا کراس تھا، اندر داخل ہوا۔ نقاب میں سے اس کی آنکھیں فخر و مسرت سے چمک رہی تھیں اس کے اندر آتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ وہ انہیں بغور دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور پھر کونے میں رکھی ہوئی ایک میز کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس کے اندر آتے ہی وہ دونوں افراد بھی مستعد ہو گئے۔

"علی عمران میں نے تمہاری بے حد تعریف سنی تھی کہ تم انتہائی خطرناک اور چالاک شخص ہو اور تم نے آج تک کبھی شکست نہیں کھائی۔ مگر اب تم نے دیکھ لیا کہ تم کسی چوہے کی طرح بے بس ہو چکے ہو" کراس باس نے انتہائی مضحکہ اڑانے والے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران کو حیرت کا ایک اور دھچکہ لگا کہ نقاب پوش اُسے اچھی طرح جانتا بھی ہے۔

"اصل میں غلطی مجھ سے ہو گئی تھی۔ میں سمجھا کہ تم صنف نازک ہو اور باپردہ ہو اور شاید تمہیں علم نہیں کہ عمران نے آج تک صنف نازک پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ مگر اب مجھے علم ہو گیا ہے کہ تم دراصل تیسری صنف سے تعلق رکھتے ہو" عمران نے انتہائی مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ اب وہ حیرت کے جھٹکوں سے سنبھل چکا تھا۔

"یو شٹ اپ اپنی زبان بند رکھو ڈیم فول کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں

ابھی گولی مار دوں۔ ابھی میں نے تمہیں اس لئے زندہ رکھا ہوا ہے کہ تم اپنے لک کے وزیر اعظم کو اپنے سامنے قتل ہوتا دیکھ لو تاکہ مرتے وقت تمہیں احساس ہو کہ بلیک فیدر ناقابل تسخیر ہے" کراس باس نے غصے دھاڑتے ے کہا۔

"تم ابھی بچے ہو۔ پردہ نشیں! وزیر اعظم کا دورہ منسوخ ہو چکا ہے۔ س لئے تم انہیں قتل نہیں کر سکتے" عمران نے پہلے سے بھی زیادہ اطمینان ے جواب دیا۔

"مجھے چکر دینے کی کوشش مت کرو وزیر اعظم کے دورہ منسوخ ہونے کی خبر سے پہلے ہمیں ملی" کراس باس نے اس بار طنزیہ لہجے میں کہا اور پھر اس پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا اچانک کمرہ ایک تیز سیٹی سے گونج اٹھا۔ کراس س نے چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر باہر نکال یا۔ سیٹی کی آواز ٹرانسمیٹر سے نکل رہی تھی۔ کراس باس نے اس کے کونے پر لگا ہوا ن دبا اور سیٹی کی آواز بند ہو گئی۔ اس کی جگہ ایک بھاری بھر کم آواز بلند ہوئی۔

"ہیلو چیف باس سپیکنگ اوور"

"یس کراس باس سپیکنگ اوور" کراس باس نے مؤدبانہ لہجے میں اب دیا۔

"عمران اور اس کے ساتھی گرفتار ہو گئے اوور" دوسری طرف سے چیف ل نے پوچھا۔

"یس باس چاروں افراد اس وقت پوائنٹ تھری میں میرے سامنے جود ہیں اوور" کراس باس نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ شو اب میں مطمئن ہوں ان کی حفاظت کرنا۔ مشن کے بعد میں خود

اپنے ہاتھوں سے انہیں قتل کروں گا اوور" چیف باس نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس مگر عمران کہہ رہا ہے کہ وزیر اعظم کا دورہ کینسل ہو چکا اوور" کراس باس نے کہا۔

"بکواس کرتا ہے۔ اس کی باتوں میں مت آنا۔ اوور اینڈ آل" چیف با نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ کراس باس نے مسکراتے ہو ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔ اور پھر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سن لی تم نے چیف باس کی بات آب بکو"

"تم صحیح کہتے ہو کراس باس میں واقعی اپنی شکست تسلیم کرتا ہو تمہاری تنظیم سے مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ عمران نے اس بار شکست خوردہ لہج جواب دیا۔ اور واقعی اس کے لہجے سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دل سے اپنی شک تسلیم کر چکا ہے۔ ادھر صفدر، کیپٹن شکیل اور ٹائیگر جو ہوش میں آ چکے چونک کر عمران کو دیکھنے لگے۔ مگر عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی بے چا صاف بتا رہی تھی کہ وہ اندر سے ٹوٹ چکا ہے۔

"تم واقعی سمجھ دار ہو" کراس باس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا" تم نے ا شکست تسلیم کر لی اب میں تمہیں اپنی تنظیم کی کارکردگی دکھاتا ہوں۔ تم دیکھو گ کس طرح کامیاب ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کراس باس نے میز کے ک لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ اور ان چاروں کے سامنے والی دیوار کا ایک حصہ سکرین کی روشن ہو گیا۔ دوسرے لمحے انہیں وہاں ائیر پورٹ کا منظر نظر آنے لگ وزیر اعظم کے استقبال کی تیاریاں تیزی سے جاری تھیں۔ ائیرپورٹ خاصی گہما گہمی تھی۔

مگر تم وزیر اعظم کو قتل کیسے کرو گے۔ ائیرپورٹ پر کم سے کم یہ ناممکن ہے لہ وہاں کوہستانی سیکرٹ سروس اور انٹیلیجنس نے زبردست حفاظتی امات کر رکھے ہیں" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہا ——— ہا ——— ہا تم بلیک فیدر کو جانتے نہیں ہم اپنے مشن یر کرنے کے قائل نہیں۔ تمہارے وزیر اعظم پر ائیرپورٹ پر ہی حملہ کیا جائے اور حملے کا پلان اس قسم کا ہے کہ اس کا بچنا ناممکن ہے" کراس باس ہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

تم جو کہہ رہے ہو وہ ٹھیک ہے مگر اتفاقات بھی تو ہوتے ہیں۔ فرض کیا بچ جائے پھر" عمران نے جواب دیا۔ اگر تمہارے کہنے کے مطابق ایسا ائے تو دوسرا حملہ اس ہوٹل میں کیا جائے گا جہاں وہ ائیرپورٹ سے ر ٹھہرے گا۔ اور اگر وہاں بھی وہ بچ جائے گا تو تیسرا حملہ اس آرٹ کلب ں ہو گا جہاں وہ کل جائے گا۔ ویسے تم مطمئن رہو۔ بلیک فیدر کا ہمیشہ پہلا ر کامیاب رہا ہے" کراس باس نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ وہ یہ سب کچھ اس لئے بتا رہا تھا کہ اسے یقین تھا کہ اب عمران وغیرہ یہاں نہیں نکل سکتے۔ ادھر عمران کا دماغ واقعی آندھیوں کی زد میں تھا۔ وقت تیزی گذرتا جا رہا تھا اور اسے احساس تھا کہ بلیک فیدر کا پہلا حملہ بھرپور ا۔ اور اگر وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنے میں کامیاب نہ ہوا تو پھر تمام زندگی ملتا رہ جائے گا۔ اس لئے گو وہ کراس باس سے باتیں کرنے میں مصروف مگر اس کا ذہن تیزی سے یہاں سے نکلنے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔ مگر حالات اس کے خلاف تھے۔ زنجیروں کی بندش انتہائی سخت تھیں مجرموں نے انہیں رسیوں سے باندھا ہوتا تو یقیناً ناخنوں میں چھپے

ہوئے بلیڈوں کے ذریعے وہ اب تک آزاد ہو چکا ہوتا۔ مگر اب بلیڈ زنجیروں تو کاٹنے سے رہے اور بندش ایسی تھی کہ معمولی سی حرکت کرنے معذور تھا۔ اس کا ریڈی میڈ دماغ بھی ماؤف ہو کر رہ گیا تھا۔ ادھر اس کے ساتھی ظاہر ہے عمران کی موجودگی کی وجہ سے خاموش تھے۔ وہ جا تھے کہ عمران کا دماغ کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال ہی لے گا۔ اس لئے وہ دماغ پر زور ہی نہیں دے رہے تھے۔ بہرحال عمران پر اس بے بسی آج تک طاری نہیں ہوئی تھی۔

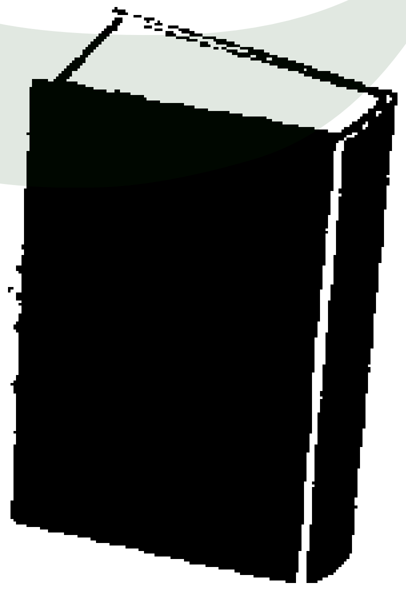

ایئرپورٹ پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ ہر شخص کی نظریں آسمان لگی ہوئی تھیں۔ کوہستان کے وزیر اعظم وی۔ آئی۔ پی روم میں پہنچ چکے گارڈ آف آنرز دینے والا دستہ اپنی مخصوص جگہ پر مستعد تھا۔ وزیر اعظم کے جہاز آنے کا اعلان ہو چکا تھا۔ کوہستان سیکرٹ سروس کا بذات خود ایئرپورٹ پر موجود تھا۔ اس کی تیز آنکھیں سرچ لائٹ کی ایئرپورٹ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ چہرے پر اطمینان کے آثار تھے البتہ میں عجیب سی چمک تھی۔ جیسے کوئی درندہ اپنے شکار پر جھپٹنے والا ہو۔ تھوڑی بعد آسمان پہ وزیر اعظم پاکیشیا کا ذاتی طیارہ منڈلاتا ہوا نظر آ گیا

ایئرفورس کے چار جنگی جہاز اس کی حفاظت کے لئے اس کے اوپر اور آگے پیچھے پرواز کر رہے تھے۔ طیارے نے ہوائی اڈے کے دو چکر لگائے اور پھر آہستہ آہستہ نیچے جھکتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے پہیے لینڈنگ پوائنٹ کو چھو چکے تھے۔ پھر تیزی سے دوڑتے ہوئے طیارے نے طویل رن وے کا چکر لگایا اور آہستہ آہستہ وہ ایک کونے سے مڑ کر رکنے کے لئے مخصوص جگہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مخصوص جگہ پر رک گیا۔ وزیر اعظم کوہستان بھی وی آئی پی روم سے نکل کر استقبالیہ جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ طیارہ کے رکتے ہی اس کا دروازہ کھلا پھر ایک آٹومیٹک سیڑھی اس سے باہر نکل کر زمین سے ٹک گئی۔ کوہستانی وزیر اعظم آگے بڑھے اور سیڑھی کے قریب جا کر رک گئے۔ ان کے ساتھ کوہستان کے دیگر اعلیٰ احکام بھی موجود تھے۔ سیڑھی زمین سے ٹکتے ہی پہلے دروازے میں ایئر ہوسٹس باہر نکلی اور پھر وزیر اعظم پاکیشیا کا پرسنل سیکرٹری ہاتھ میں ایک بریف کیس اٹھائے باہر آیا۔ جب وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے رکا تو دروازہ پر وزیر اعظم پاکیشیا کا مسکراتا ہوا چہرہ نظر آیا اور اسی لمحے سلامی دینے والی توپوں کی گرج سے ایئرپورٹ گونج اٹھا۔ وزیر اعظم انتہائی اعتماد سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آئے۔ اسی لمحے کوہستانی وزیر اعظم آگے بڑھا اور خوش آمدید کہتا ہوا وزیر اعظم پاکیشیا سے بغل گیر ہو گیا۔

بغل گیر ہونے کے بعد انہوں نے انتہائی پرجوش انداز میں مصافحہ کیا اور وہ دونوں ایک فوجی افسر کی رہنمائی میں وی آئی پی روم کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ وی آئی پی روم میں مشروبات کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور مشروبات کے بعد وزیر اعظم پاکیشیا کو گارڈ آف آنرز پیش کیا جانے والا تھا۔

وزیر اعظم پاکیشیا کے وی آئی پی روم میں داخل ہونے کے بعد طیارہ وہاں سے ہٹ کر ہینگر کی طرف بڑھ گیا۔ وی آئی پی روم میں تقریباً پانچ منٹ گذارنے کے بعد دونوں وزیر اعظم برآمد ہوئے اور پھر وہ انتہائی وقار سے چلتے ہوئے اس سٹیج کی طرف بڑھنے لگے جہاں کھڑے ہو کر انہوں نے گارڈ آف آنر کی سلامی لینا تھی ایئر پورٹ کی پبلک گیلری سے مسلسل تالیاں گونج رہی تھیں۔ اور پاکیشیا زندہ باد کے نعرے سنائی دے رہے تھے۔ دونوں وزیر اعظم سٹیج پر جا کر کھڑے ہو گئے اور گارڈ آف آنر دینے والا دستہ سلامی دینے کیلئے اٹن شن ہو گیا۔

سر طارق بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا جیسے جیسے وقت گذرتا جا رہا تھا۔ ان کی آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی۔ شاید یہ چمک اپنے انتظامات کے اطمینان کی تھی۔ گارڈ آف آنر دینے والے دستے نے اپنی بندوقوں پر ہاتھ رکھ کر سلامی دی اور پھر کوہستانی رواج کے مطابق انہوں نے رائفلوں کا رُخ آسمان کی طرف کر کے ٹریگر پر انگلیاں جما دیں وہ ہوائی فائر کرنے کے لئے تیار تھے پھر گارڈ آف آنر کے دستے کے انچارج کے منہ سے آرڈر کے الفاظ نکلتے ہی انہوں نے ٹریگر دبا دیئے۔ مگر ٹھیک اسی وقت وزیر اعظم پاکیشیا کے عین مقابل میں موجود گارڈ آف آنر دینے والے دستے کے سپاہی کی بندوق نے جھٹکا کھایا اور اب اسکا رُخ آسمان کی بجائے وزیر اعظم پاکیشیا کی طرف تھا اور دوسرے لمحے گولیوں کے دھماکوں سے فضا گونج اٹھی۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی سمجھتا اِس سپاہی کی رائفل سے شعلہ سا لپکا اور دوسرے لمحے پورے ایئر پورٹ پر جیسے کہرام سا مچ گیا۔ اور افراتفری کی شدید لہر نے پورے ایئر پورٹ کو ہلا کر رکھ دیا۔

جیسے جیسے وقت گذرتا جا رہا تھا عمران کا دماغ پھٹنے کے قریب ہو رہا تھا۔ اس کے دماغ میں اُبال سا آ رہا تھا۔ آنکھوں میں غصہ کی لہر ابھرتی چلی جا رہی تھی۔ اس کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اور پھر جیسے اچانک اس کے دماغ میں ٹھہراؤ سا آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک کی لہر کوندی اس نے یہاں سے رہائی پانے کی ایک خطرناک ترکیب سوچ ہی لی تھی ایک ایسی ترکیب جس پر وہ شاید عام حالات میں کبھی عمل نہ کرتا۔

"تم کمینے ہو —————— تم بدمعاش ہو —————— تم نے مجھے کست دے دی ہے۔ میں اب زندہ نہیں رہوں گا۔" عمران اچانک چیخ ڑا۔

اس کے چہرے پر شدید جوش کے آثار ابھر آئے تھے۔ اور پھر س سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا اچانک عمران نے پوری قوت سے اپنے سر کی شت اس ستون سے ماری جس سے وہ بندھا ہوا تھا۔ اور پھر اس پر جیسے دورہ ا پڑ گیا۔ اس نے تیزی سے اپنا سر ستون سے مارنا شروع کر دیا۔ جیسے اس نے

خودکشی کا مصمم ارادہ کر لیا ہو۔ اس کے سر سے خون فوارے کی طرح باہر نکلنے لگا۔ کراس باس اس کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اُسے چیف باس کی ہدایت یاد آ گئی کہ ان کی حفاظت کرو میں خود اپنے ہاتھوں سے انہیں گولی ماروں گا۔" وہ بوکھلا کر کرسی سے اٹھا اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"اسے فوراً کھولو۔ ورنہ یہ مر جائے گا۔"

اور اس کے ساتھی تیزی سے اس کی طرف دوڑ پڑے چند لمحوں بعد عمران کے جسم پر موجود زنجیریں کھل چکی تھیں۔ عمران اتنی دیر میں نڈھال ہو چکا تھا۔ ایسے لگتا تھا۔ جیسے اس کے جسم سے خون کا آخری قطرہ نکل چکا ہو۔

فرسٹ ایڈ کا سامان لاؤ۔ فوراً۔ جلدی کرو۔ کراس باس نے عمران کی حالت دیکھتے ہوئے چیخ کر کہا۔ اور پھر چند لمحوں بعد فرسٹ ایڈ کا سامان آ گیا۔ اور کراس باس کے ایک ساتھی نے انتہائی پھرتی سے اور چابکدستی سے عمران کے سر پہ خون روکنے والی دوا لگا کر پٹی باندھ دی۔ عمران اس دوران بے ہوش ہو چکا تھا۔

"اب یہ خطرے سے باہر ہے باس" پٹی باندھنے والے نے پٹی کو گانٹھ دے کر ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

اِدھر عمران کے ساتھی یہ تمام صورت حال دیکھ کر گم صم رہ گئے۔ ان کے دماغ جو پہلے ہی ماؤف تھے۔ اب تو بالکل مفلوج ہو کر رہ گئے۔

"ٹھیک ہے اسے اٹھا کر دیوار کے ساتھ لٹا دو" کراس باس نے اس بار قدرے مطمئن لہجے میں اپنے ساتھیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا اور پھر دو افراد نے بے ہوش عمران کو اٹھا کر اسے دیوار کے ساتھ لٹا دیا۔ ٹھیک اس جگہ جہاں ان کی شین گنیں موجود تھیں۔ ابھی وہ اسے لٹا کر ہٹے ہی تھے کہ عمران بجلی کی

طرح تڑپا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں شین گن تھی اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا عمران کی شین گن نے شعلے اگلنے شروع کر دیئے۔ پلک جھپکنے میں کراس باس اور اس کے ساتھیوں کے جسموں میں سینکڑوں گولیاں تیر گئیں۔ وہ گولیوں کی بارش میں موت کا رقص کرتے ہوئے فرش پہ ڈھیر ہو گئے۔ عمران کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا اور اب اس کے چہرے کا رنگ غصے اور جوش کی شدت سے اپنے کپڑوں کی طرح ہو رہا تھا۔ ان تینوں کو ختم کرنے کے بعد وہ تیزی سے صفدر کی طرف بڑھا اور پھر اس نے فائر کر کے صفدر کے پاؤں میں سے زنجیر کا حلقہ توڑ دیا۔ اور پھر تیزی سے اس کی زنجیریں کھول ڈالیں۔ اسی لمحے اس کی نظر سکرین پہ پڑی جہاں اس نے دیکھا کہ وزیر اعظم پاکیشیا کو ہستانی وزیر اعظم کے ہمراہ وی آئی پی روم میں داخل ہو رہے تھے۔

"صفدر اپنے ساتھیوں کو کھول کر میرے پیچھے آؤ۔ جلدی ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور پھر شین گن اٹھا کر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ وہ دوڑتا ہوا عمارت سے باہر نکلا عمارت میں شاید وہی تینوں آدمی ہی موجود تھے۔ کیونکہ اور کوئی شخص راستے میں نہیں ملا تھا۔

عمارت سے باہر نکل کر وہ بجلی کی سی تیزی سے بھاگتا ہوا ٹرمینل کی عمارت کی پشت سے ہوتا ہوا سامنے کی طرف بڑھا۔ مگر اسی لمحے سیکورٹی والوں نے اُسے روک لیا۔ ان کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی شین گنیں عمران کے سینے سے ٹک گئیں عمران نے حفظ ماتقدم کے طور پر سپیشل اتھارٹی کارڈ ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔ اس نے پھرتی سے وہ کارڈ ان کے سامنے رکھ دیا۔ کارڈ دیکھتے ہی انہوں نے شین گنیں

ہٹالیں۔ نگران میں سے ایک نے کہا۔ "آپ اسلحہ لے کر اندر نہیں جا سکتے" عمران نے مشین گن وہیں پھینکی اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

جب وہ ایئرپورٹ کے احاطے میں پہنچا تو اس وقت کوہستانی وزیراعظم اور وزیراعظم پاکیشیا دونوں گارڈ آف آنر کے معائنے کے لئے سٹیج کے قریب پہنچ چکے تھے۔ دیگر اعلیٰ افسران سٹیج کی پشت پر قطار باندھے کھڑے تھے۔ دور سے عمران کو ان میں سے سر طارق بھی نظر آ گئے۔ وہ کنارے پر رک کر ایک لمحے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اسے احساس تھا کہ خطرہ کہیں قریب ہی ہے۔ اتنے میں کچھ سیکورٹی والے اس کی مشکوک حالت کو دیکھتے ہوئے اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ مگر عمران نے کارڈ دکھا کر انہیں واپس کر دیا۔ اب توپیں گرج رہی تھیں اور پھر گارڈ آف آنر دینے والے دستے نے اپنی بندوقیں سلامی دینے کے لئے اوپر کی ہی تھیں کہ عمران کے ذہن میں جھٹکا سا ہوا وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر اتنی تیزی سے دوڑتا ہوا سٹیج کی طرف بڑھا کہ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پیروں میں بجلی بھر گئی ہو۔ پچاس گز کا یہ فاصلہ اس نے پلک جھپکنے میں طے کر لیا اور پھر اس سے پہلے کہ سیکورٹی والے سنبھلتے یا اعلیٰ آفیسر چونکتے وہ چھلانگ لگا کر سٹیج پر چڑھ گیا۔ اور اسی لمحے حملہ آور نے بندوق سیدھی کر کے ٹریگر دبا دیا اور اسی لمحے عمران تیزی سے وزیراعظم پاکیشیا کو دھکا دے کر خود ان کے اوپر گر پڑا اور بندوق سے نکلی ہوئی گولی عین اسی جگہ سے گذرتی چلی گئی جہاں چند لمحے پہلے وزیراعظم پاکیشیا کا سر تھا۔ البتہ گولی نے ان کے پیچھے کھڑے گارڈ کے سینے میں سوراخ کر دیا۔

"میں علی عمران ہوں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس" عمران نے گرتے ہی وزیراعظم کے کان میں سرگوشی کی۔

فائر ہوتے ہی پورے ایئرپورٹ پر جیسے کہرام سا مچ گیا ہو۔ افراتفری کی شدید لہر نے پورے ایئرپورٹ کو ہلا کر رکھ دیا۔ کوہستانی وزیراعظم کے باڈی گارڈ دستے نے وزیراعظم پاکیشیا کو اٹھا کر ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ حملہ کرنیوالے سپاہی کو ان کے ساتھیوں نے پکڑ لیا۔ مگر اسی لمحے نہ جانے کدھر سے گولی چلی اور حملہ آور کے سینے میں عین دل کی جگہ پر سوراخ ہو گیا۔ عمران کو بھی گھیر لیا گیا۔ مگر وزیراعظم پاکیشیا نے اشارے سے اسے اپنے ساتھ آنے کا کہا اور باڈی گارڈ دستے کے گھیرے میں دونوں وزیراعظم اور اعلیٰ آفیسرز وی آئی پی روم میں پہنچ گئے۔ کوہستانی وزیراعظم اس حادثہ پر شدید پریشان تھے۔ انہوں نے وزیراعظم پاکیشیا سے معذرت کی اور پھر سر طارق کو طلب کر لیا۔ سر طارق وی آئی پی روم میں داخل ہوئے ان کے چہرے پر بھی شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

"سر طارق یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کیا تم نے یہی حفاظتی انتظامات کئے تھے" کوہستانی وزیراعظم سر طارق پر الٹ پڑے۔

پھر اس سے پہلے کہ سر طارق کچھ جواب دیتے عمران اپنی جگہ سے اچھلا اس نے پنڈلی سے بندھا ہوا پستول نکالا اور اچھل کر سر طارق کی کنپٹی سے لگا لیا۔

"خبردار۔۔! اگر حرکت کی تو یہیں گولی مار دوں گا" عمران کے لہجے میں درندگی تھی۔

"گگ۔ گگ۔ کیا مطلب" سر طارق کے ساتھ ساتھ کوہستانی وزیراعظم بھی گھبرا گئے۔

"آپ آرام سے بیٹھیں میں اس نوجوان کی ذمہ داری لیتا ہوں" وزیراعظم

پاکیشیا نے کوہستانی وزیر اعظم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور کوہستانی وزیر اعظم دانت بھینچ کر دوبارہ بیٹھ گئے۔

"جلدی بتاؤ تمہارے کتنے ساتھی ایئر پورٹ پر موجود ہیں چیف باس!" عمران نے اچانک ایک ہاتھ اس کی گردن کے گرد حائل کر دیا۔ اور اس کے ہاتھ کے دباؤ سے سر طارق کی آنکھیں ابل پڑیں۔

"مم —— مم —— مم" سر طارق کے منہ سے گھٹے گھٹے الفاظ نکلے۔

"جلدی بتاؤ ورنہ گردن توڑ دوں گا" عمران کا لہجہ پہلے سے زیادہ سخت ہو گیا۔ اس نے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ اور ایسے محسوس ہوا جیسے سر طارق کی گردن اب ٹوٹی کہ اب ٹوٹی۔

"بتاتا ہوں —— بتاتا ہوں —— میری گردن چھوڑ دو" سر طارق نے بڑی مشکل سے آواز نکالی۔

"بتاؤ" عمران دھاڑا۔

"سولہ آدمی ہیں" سر طارق نے جواب دیا اور کوہستانی وزیر اعظم کی آنکھوں میں حیرت کے آثار ابھر آئے۔ عمران نے گردن سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اور ریوالور دوبارہ اس کی گردن کی پشت سے لگاتے ہوئے کہا۔

"انہیں ٹرمینل روم میں اکٹھا ہونے کی ہدایت کرو۔ ٹرانسمیٹر پر۔ جلدی" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ مگر اسی لمحے سر طارق نے اچانک چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے وہ کوہستانی وزیر اعظم کی سائیڈ پر تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔

"خبردار! ——" سر طارق نے چیخ کر عمران سے کہا۔ مگر

اس سے پہلے کہ اس کے حلق سے دوسرا لفظ نکلتا۔ عمران کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور چیف باس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور دور جا گرا۔ عمران نے بہت رسک لیا تھا۔ اگر اس کے نشانے میں ایک سینٹی میٹر کا بھی فرق پڑ جاتا تو کوہستانی وزیر اعظم کی کھوپڑی اڑ جاتی۔ مگر یہ عمران تھا۔ دنیا کا حیرت انگیز انسان۔ چنانچہ جیسے ہی ریوالور دور گرا عمران نے چیف باس پر چھلانگ لگا دی اور اسے گھسیٹتا ہوا دیوار تک لے گیا۔ پھر تو عمران کے دونوں ہاتھ بجلی کی تیزی سے چلنے لگے۔ اور چیف باس چند لمحوں میں ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھا۔ یہ سب ڈرامہ زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں ختم ہو گیا۔ چیف باس جب بے ہوش ہو گیا تو عمران نے پھرتی سے اس کی جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں۔ پھر اس کے ہاتھ میں مخصوص ساخت کا ٹرانسمیٹر آ ہی گیا۔ اس نے پھرتی سے اس کا بٹن دبایا اور چیف باس کے لہجے میں بولا

"ہیلو! ہیلو! بلیک فیدر چیف باس کالنگ اوور"

"یس نمبر سکس سپیکنگ اوور" دوسری طرف سے ایک آواز سنائی۔

"فوراً ایئر پورٹ پر موجود اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر ٹرمینل بلڈنگ کے ہال میں پہنچ جاؤ۔ پانچ منٹ کے اندر اندر اوور" عمران نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے باس اوور" دوسری طرف سے نمبر سکس نے کہا۔

"اوور اینڈ آل"

عمران نے کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔

"سر آپ حیران نہ ہوں یہ سر طارق نہیں بلکہ دنیا کی مشہور قاتل تنظیم بلیک فیدر کا سربراہ تھا۔ ان کا مشن وزیر اعظم پاکیشیا کا قتل تھا" عمران نے تحکم

سے لفظوں میں کوہستانی وزیراعظم کی تسلی کرائی۔

سر آپ ایئرپورٹ سے چلے جائیں اور تمام سابقہ پروگرام بدل دیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ پرائم منسٹر ہاؤس میں رہائش رکھیں۔ میں وہیں آکر آپ سے ملوں گا" عمران نے پاکیشیا کے وزیراعظم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔" کوہستانی وزیراعظم نے اس کی تائید کی اور پھر انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کارڈ نکالا اور اس پر اپنے دستخط کر کے انہوں نے کارڈ عمران کے حوالے کر دیا اور کہا۔

"نوجوان! تم سے تفصیلی ملاقات بعد میں ہوگی۔ فی الحال یہ کارڈ رکھ لو اس کارڈ سے پورے ملک کی فوج، انٹیلی جنس، سیکرٹ سروس اور پولیس تم سے تعاون کرے گی"

"تھینک یو سر" عمران نے کارڈ لیتے ہوئے کہا اور دونوں وزراء اعظم خاموشی سے چلتے ہوئے پچھلے دروازے سے باہر نکل گئے۔

عمران کو حکم دیئے پانچ منٹ ہو چکے تھے اس نے ایک اعلیٰ آفیسر کو کارڈ دکھا کر چیف باس کی نگرانی کا حکم دیا۔ اور پھر خود وی آئی پی روم سے باہر نکل آیا۔ پھر اُسے دور عمارت کے قریب ہی صفدر، کیپٹن شکیل اور ٹائیگر نظر آگئے۔ اس نے اشارے سے انہیں قریب بلایا۔ سیکورٹی والوں سے سٹین گنیں لے کر انہیں دیں اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے ٹرمینل بلڈنگ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے صفدر کے کان میں سرگوشی کی اور صفدر نے کیپٹن شکیل کو پیغام دیا۔ اور دونوں سٹین گنیں سنبھالے عمران کے پیچھے عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت اس ہال میں سولہ افراد موجود تھے۔ جو خاموشی سے صوفوں پر بیٹھے تھے۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے وہ چونک کر اٹھ

کھڑے ہوئے اسی لمحے عمران نے فائر کھول دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی صفدر اور کیپٹن شکیل نے بھی فائر کھول دیئے۔ چند لمحوں بعد ان میں سے پندرہ افراد مردہ پڑے تھے۔ البتہ ایک آدمی صوفے کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

"ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آؤ۔ ورنہ ہم بم مار دیں گے۔" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر وہ آدمی واقعی ہاتھ اٹھائے باہر آگیا۔

"سنو مسٹر! تمہارا چیف باس، کراس باس اور باقی سب ساتھی قتل ہو چکے ہیں تمہارے ساتھ اتنی رعائت کر سکتا ہوں کہ اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ تمہارے اور کتنے ساتھی شہر میں ہیں تو میں تمہاری جان بخشی دینے کا وعدہ کرتا ہوں مگر دیکھنا جھوٹ مت بولنا" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہمارے تمام ساتھی ایئرپورٹ پر موجود تھے۔ کراس باس اور دس ساتھی ہیڈ کوارٹر پر تھے۔ باقی پہلے قتل ہو چکے ہیں۔ نمبر بیس فرار ہو گیا تھا۔ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ چنانچہ اس نے صفدر کو اشارہ کیا اور دوسرے لمحے صفدر کی سٹین گن نے گولیاں اگلنی شروع کر دیں۔ اور وہ شخص آنکھیں پھاڑے خون میں لت پت وہیں ڈھیر ہو گیا۔

"سیکورٹی گارڈ کو اندر بلاؤ" عمران نے صفدر سے کہا اور پھر سیکورٹی گارڈ جو عمارت کے باہر موجود تھی اندر آگئی۔

"ان سب کو اٹھا کر وی آئی پی روم میں لے آؤ" عمران نے ان کے انچارج کو کارڈ دکھاتے ہوئے کہا اور انہوں نے عمران کو سیلوٹ مار کر اس کے حکم کی تعمیل کرنا شروع کر دی۔ عمران تیزی سے باہر نکل آیا۔

صفدر تم کچھ گارڈ اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس تہہ خانے سے کراس باس

اور اس کے دو ساتھیوں کی لاشیں بھی وی آئی پی روم لے آؤ" عمران نے صفدر کو حکم دیا۔ اور صفدر سیکورٹی گارڈ کی طرف دوڑ پڑا۔

چند لمحوں بعد جب عمران بے ہوش چیف باس کو ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گیا۔ تو اس وقت اٹھارہ لاشیں وی آئی پی روم میں موجود تھیں۔

"دیکھو چیف باس یہ تمہاری بلیک فیدر تنظیم پڑی ہے۔ پہچان لو ان کو!" عمران نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

چیف باس نے ایک نظر ان لاشوں پر ڈالی اور پھر چیخ پڑا۔

"تم نے تمام تنظیم ختم کر دی ——— تم نے بلیک فیدر کو ختم کر دیا" اور اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"اب تم بھی جاؤ ان کے ساتھ۔ میں قاتلوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں" عمران نے اس کا گریبان چھوڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کر دو" اس نے عمران کے پیر پکڑنے کی کوشش کی مگر عمران ٹریگر دبا چکا تھا۔ اور پھر جب تک تمام راؤنڈ ختم نہیں ہو گئے اس نے ٹریگر سے انگلی نہیں ہٹائی۔

"رشنس کم سبھاں پاک"

عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ مگر اسی لمحے اسے چکر سا آیا۔ اور پھر وہ سنبھلتے سنبھلتے لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا۔ مگر اس کے ساتھ کھڑے ہوئے صفدر اور کیپٹن شکیل نے اسے سنبھال لیا۔ عمران واقعی بے ہوش ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے تہہ خانے میں ہی اس کے جسم سے کافی مقدار میں خون نکل چکا تھا۔ مگر اپنی قوت ارادی کے بل بوتے پر وہ اب تک ہوش میں تھا۔ مگر جیسے ہی اس کا کام ختم ہوا جسمانی کمزوری عود کر آئی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

وزیر اعظم پاکیشیا اپنا دورہ کوہستان کامیابی سے مکمل کر کے آج واپس جا رہے تھے ان کے ساتھ ہی علیحدہ مخصوص طیارے میں اس وقت عمران صفدر اور کیپٹن شکیل بھی واپس اپنے وطن جا رہے تھے۔ ٹائیگر چونکہ ٹیم سے منسلک نہیں تھا اس لئے وہ علیحدہ راستے سے واپس گیا تھا۔

"عمران صاحب! آپ نے کمال کر دیا۔ جس وقت آپ ستون سے سر مار رہے تھے تو ہم نے یہی سمجھا تھا کہ آپ خودکشی کر رہے ہیں" صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوشش تو میں نے بھی کی تھی مگر کراس باس کو مجھ پر رحم آ گیا۔ اب تم بتاؤ میں اس کی رحمدلی کے جذبے کی قدر نہ کرتا تو اور کیا کرتا" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیا۔ اور وہ دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

"ویسے آپ نے زنجیروں سے رہائی حاصل کرنے کے لئے انتہائی بھیانک چال چلی تھی" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"کوئی ایسی بھیانک نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ اب تک دوسروں کے

سر پھاڑتا آیا ہوں۔ اس بار اپنا ہی سہی" عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"عمران صاحب! یہ تو بتلائیے کہ آپ نے چیف باس کو پہچانا کیسے" صفدر نے اچانک کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"دراصل پہلے تو میں بھی الجھ گیا تھا کہ ہم گرفتار کیسے ہو گئے۔ مگر جب ٹرانسمیٹر پر میں نے چیف باس کی آواز سنی تو میں سمجھ گیا کہ ہمارے ساتھ کیا چال کھیلی گئی ہے چیف باس نے سر طارق کو قتل کر کے اس کی جگہ سنبھال لی اور جب میں اس سے ملا تو اس نے مجھے وہ سپیشل اتھارٹی کارڈ دے دیئے۔ جو میں نے اپنے علاوہ تمہیں بھی دیئے دراصل حکمران کارڈوں میں تھا۔ انہیں ایسے کیمیکلز میں بھگو دیا گیا تھا۔ کہ جدید ترین گائیگر سکٹی سیون اس کی نشاندہی کر دیتا تھا۔ اس طرح ہم باآسانی قابو کر لئے گئے اور چیف باس کی آواز سن کر میں بھی سمجھ گیا۔ کیونکہ میں نے اِس کے لہجے ہی سے پہچان لیا تھا۔ کہ دراصل چیف باس ہی سر طارق ہے۔ اسی لئے تو میں نے ہر قیمت پر ایئرپورٹ پہنچنے کی کوشش کی۔ کیونکہ جب سیکرٹ سروس کا سربراہ ہی مجرم ہو تو ان کا مشن کیسے ناکام ہو سکتا ہے۔" عمران نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"ویسے عمران صاحب! سچی بات یہ ہے کہ یہ تمام کیس آپ نے اکیلے ہی حل کیا ہے ہم تو دُم چھلے بنے صرف ساتھ ساتھ بھاگتے ہی رہے ہیں۔" کیپٹن شکیل نے انتہائی تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"یار یہی بات خدا کے لئے جولیا کو بھی سمجھا دینا۔ وہ مجھے قطعاً نکما سمجھتی ہے۔ شاید تمہاری بات مان کر وہ مجھ سے شادی پر آمادہ ہو جائے۔"

عمران نے اچانک کیپٹن شکیل کے گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے لجاجت آمیز لہجے میں کہا اور ان دونوں کے حلق سے نکلنے والے قہقہوں سے جہاز گونج اٹھا۔

"جولیا کو نہیں تو تنویر کو ضرور بتا دینا شاید وہ غیرت کھا کر خودکشی کر لے اور میدان صاف ہو جائے" عمران نے ایک بار پھر بڑی معصومیت سے کہا اور ایک بار پھر دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

ختم شد

عمران سیریز میں انتہائی تحیر خیز، انوکھا اور یادگار ناول

خاموش چیخیں

مصنف :۔ مظہر کلیم ایم اے

- خاموش چیخیں، جنہوں نے ایک لمحے میں عمران کے ملک کے دو ہزار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
- خاموش چیخوں کا آئندہ ٹارگٹ دو لاکھ افراد تھے۔ خاموش چیخیں درحقیقت کیا تھیں؟
- عمران اور اس کی پوری ٹیم ایک جنون کے عالم میں خاموش چیخوں کا پیچھا کرتی ہے پھر قدم قدم پر موت کا پھندا —— ہر لمحہ عذاب کا لمحہ۔
- دو لاکھ افراد کی زندگیوں کے خاتمے میں صرف ایک منٹ باقی رہ گیا عمران اور اس کی ٹیم اس لمحے شکار کھیلنے میں مصروف تھی۔
- دو لاکھ افراد کے سروں پر موت کی تلوار لٹک رہی تھی اور عمران اور اس کے ساتھی عقابوں کو کبوتروں کے پیچھے چھوڑ کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔
- کیا خاموش چیخوں نے دو لاکھ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا —— یا خود وہ خاموش ہو کر رہ گئیں؟ غیر ملک میں عمران اور اسکی ٹیم کا حیرت انگیز ایڈونچر

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک نیا شاہکار ناول

وائلڈ ٹائیگر

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

- ویسٹرن کارمن کا مایہ ناز سیکرٹ ایجنٹ وائلڈ ٹائیگر جو پاکیشیا کے مشہور سائنسدان سرداور کا مشن لے کر میدان میں اترا۔
- وائلڈ ٹائیگر جو پاکیشیائی سیکرٹ سروس کو احمقوں کے ٹولے سے زیادہ اہمیت دینے پر تیار ہی نہ ہوتا تھا۔
- وائلڈ ٹائیگر۔ جس نے عمران کو چیونٹی کی طرح چٹکی میں مسل دینے کا دعویٰ کیا۔
- وائلڈ ٹائیگر۔ جو سرداور کو اغوا کرنے آیا تھا اور عمران نے سرداور کو خود اپنے فلیٹ پر بلا کر وائلڈ ٹائیگر کے حوالے کر دیا کیوں؟ کیا عمران وائلڈ ٹائیگر سے دہشت زدہ تھا۔
- سرداور۔ پاکیشیا کے معروف سائنسدان جن کے ہاتھ پیر باندھ کر انہیں سمندر میں دھکیل دیا گیا۔ اور عمران باوجود چاہنے کے انہیں نہ بچا سکا کیوں؟
- وائلڈ ٹائیگر۔ جس سے مقابلے کا تصور ہی عمران کو مایوسی اور شکست سے دوچار کر دیتا تھا۔
- وائلڈ ٹائیگر۔ جس کے مقابلے میں آ کر عمران کو زندگی میں پہلی بار شکست کا مزہ چکھنا پڑا۔

اعصاب شکن سسپنس سے بھرپور ایک منفرد کہانی

ناشران: **یوسف برادرز پبلشرز بکسیلرز پاک گیٹ ملتان**